تذکرہ

امام الاحرار

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

عصر جدید بک ایجنسی کلکتہ کے اہتمام سے

پریس کلکتہ میں چھپا

حق کی ایک صدائے لرزاں

(یعنی)

بنگال و بہار کے تمام اُردو اخبارون کی مجموعی تعداد سے زیادہ چھپنے والا

کلکتہ کا مشہور روزنامہ "عصر جدید"

جو مولانا شائق احمد عثمانی (فاضل دیوبند) کے جیل چلے جانے کی وجہ سے گذشتہ سال موقوف ہو گیا تھا۔ مولانا کی رہائی کے بعد نومبر سے پھر اُسی آب و تاب کے ساتھ جاری ہو گیا ہے۔

ایڈیٹوریل مضامین مین وہ درد اور تڑپ ہے جو دلون کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے
اہم خبرون مین نہائیت دلچسپ تشریحی نوٹ، ولایتی اور عربی ڈاک کے ضروری ترجمے عموماً کارٹون اور تصویرین شائع ہوتی ہین۔

نمونہ کا پرچہ بے قیمت طلب کیجئے۔ ہر جگہ ایجنٹون کی ضرورت ہے۔"

المشتہر

مینیجر "عصر جدید" ۹/۶ رامانا تھ مجمدار اسٹریٹ کلکتہ

ب

پیدائش

سال پیدائش ۱۸۸۹ء مکہ معظمہ میں[1] لیکن آبائی وطن دہلی ہے۔

خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت ابوبکر صدیق[2] رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خلیفہ ہوئے، ان کی اولاد "صدیقی" کہلاتی ہے کئی صدیوں سے علم و ارشاد کا سلسلہ اس خاندان میں بلا انقطاع جاری ہے۔

ہندوستان کے متعدد مشہور عالم، مصنف، اور صوفی اس خاندان میں پیدا ہوئے شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں شیخ جمال الدین دہلی کے سب سے بڑے عالم اور صوفی تسلیم کیئے جاتے تھے، تمام ہندوستان میں ان کے شاگرد پھیلے ہوئے تھے، خانخانان ان کا بہت معتقد تھا، اکبر نے بارہا خواہش کی کہ دربار میں زمین اور سرکاری منصب قبول کریں مگر ہمیشہ انکار کر دیا ان کے لڑکے شیخ محمد جہانگیر کے عہد میں بہت مشہور ہوئے، شاہزادہ خرم جو بعد میں شاہجہان کے لقب سے بادشاہ ہوا ان کا مرید تھا اور انہوں نے اس کو بادشاہت کی بشارت دی تھی، جہانگیر نے اپنے تزک میں ان کا ذکر بہت تعظیم کے ساتھ کیا ہے۔

مولانا کے والد مرحوم کے نانا، مولانا منور الدین احمد، مغلیہ سلطنت کے آخری "رکن المدرسین" تھے۔

سلطنت مغلیہ مین علم و پیشوائی کے چار سب سے بڑے خطاب تھے جو حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔

(۱) ملک العلما :۔ سب سے بڑے عالم کو دیا جاتا تھا:۔

(۲) نقیب الاولیاء :۔ صوفی و صاحب طریقت کو:۔

(۳) ملک الاطباء :۔ شاہی طبیب کو:۔

(۴) رکن المدرسین :۔ سب سے بڑے صاحب درس۔ و صاحب تلامیذ عالم کو، جسکا حلقۂ درس سب سے زیادہ وسیع ہو اور جو ملک کے اندر ایک بڑے مدرس کی حیثیت سے مانا جاتا ہو:۔

یہ صرف خطاب ہی نہین ہوا کرتے تھے، ان کے ساتھ بڑے بڑے منصب بھی وابستہ رہتے تھے، دربار سے ملک کے تمام علماء کا تعلق "ملک العلماء" کے توسط سے ہوتا تھا، تمام اصحاب طریقت کا "نقیب الاولیاء" کے ذریعہ سے، تمام اطباء کا ملک الاطباء کے ذریعے اور اسی طرح تمام اصحاب درس و تعلیم کا "رکن المدرسین" کے ذریعے"

رکن المدرسین" اس عہد مین ایک طرح کا وزیر تعلیم ہوتا تھا اور تمام ہندوستان مین جسقدر مدرسے اور پرائیوٹ درسگاہین ہوتی تھین، سب کی نگرانی، نظم و نسق، اور مناصب، واوقاف وغیرہ کا انتظام "رکن المدرسین" ہی کے ہاتھ مین رہتا تھا، یہی وجہ ہے کہ یہ چاروں خطاب بیک وقت صرف چار ہی شخصون کو دیئے جاتے تھے۔

اگرچہ لارڈ لیک کے قبضۂ دہلی کے بعد عملاً سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہوچکا تھا اور محض برائے نام شاہ عالم اور اکبر شاہ ثانی کی حکومت تھی، تاہم سلطنت کے دوسرے محکموں کی طرح یہ عہدے بھی قائم تھے، مولانا منور الدین احمد مرحوم اکبر شاہ ثانی کے عہد مین عرصہ تک "رکن المدرسین" رہے، اور اونہوں نے علم وتعلیم کی ترقی واشاعت مین ایسی اولوالعزمی دکھائی جو اس عہد کا تنزل وادبار دیکھتے ہوئے نہایت تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے' اونہون نے اپنے عہد "رکن المدرسی" کے تمام حالات خود اپنے قلم سے ایک تصنیف مین جمع کئے ہین'۔

منطق، قدیم فلسفہ، اور فقہ مین اونہون نے کئی کتابین تصنیف کین جو اسوقت تک موجود ہین پشاور سے لیکر بردوان تک کے مدارس کو ان سے ہر طرح کی تعلیمی اور مالی اعانت ملتی تھی'

مولانا منور الدین احمد کے والد مولانا سراج الدین احمد تمام صوبہ پنجاب وکشمیر کے "قاضی القضاۃ" تھے، ان کا خاندان ہرات سے آکر قصور ضلع لاہور مین آباد ہوا تھا مولانا کے دادا مولانا محمد ہادی کا نوجوانی مین انتقال ہوگیا' اس لیے آپکے والد مرحوم کی پرورش اور تعلیم ان کے نانا کی نگرانی مین ہوئی اس وقت ہر علم وفن کے بڑے بڑے کامل عالم دہلی مین موجود تھے' جس طرح چراغ بجھنے سے پہلے ایک آخری جھلک دکھا دیتا ہے اسی طرح یہ قدیم دار الحکومۃ اپنی تباہی اور بربادی سے پہلے ایک آخری سنبھالا لے رہا تھا' مولانا کے والد مرحوم نے تمام علوم وفنون

کی، اپنے عہد کے مشہور اساتذہ سے تحصیل کی اور درس و تدریس اور طریقت و ارشاد میں اپنے نانا کے جانشین ہوئے یہ واقعہ غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے کا ہے۔

-۰(۳)۰-

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جو تباہی اور بربادی تمام ملک خصوصاً شمالی ہند پر آئی، اس کا ان کے دل پر ایسا سخت اثر پڑا کہ برداشتہ خاطر ہو کر ترک وطن کا ارادہ کر لیا، پہلے حج کے ارادے سے حجاز گئے، پھر تمام ممالک شام، مصر، عراق، قسطنطنیہ وغیرہ کی سیاحت کرتے رہے، ۱۸۶۵ء میں ہندوستان واپس آئے پہلے کچھ عرصہ تک بمبئی میں رہے، پھر کلکتہ میں سکونت اختیار کر لی۔

ان کی شہرت تمام ملک میں ایک بہت بڑے عالم اور صوفی کی حیثیت سے تھی، بمبئی، گجرات کاٹھیاواڑ بنگال اور پنجاب وغیرہ کے ہزاروں مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، ہندوستان کا کوئی حصہ نہیں جہاں ان کے معتقدین نہوں وہ اپنے وقت کے مشہور واعظ تھے، ان کے وعظ کی مجلس میں پندرہ پندرہ بیس بیس ہزار آدمیوں کا مجمع رہتا تھا، اور دور دور سے لوگ صرف اس لیے آتے تھے کہ ایک بار اُن کا وعظ سنیں، ان کا وعظ چار چار گھنٹہ تک مسلسل جاری رہتا تھا اور سامعین کو اس قدر محویت ہوتی تھی کہ ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ عربی فارسی اور اردو میں ان کی متعدد تصنیفیں مذہبی مطالب پر شائع ہو چکی ہیں، عربی تصنیفیں مکہ اور مصر میں چھپی ہیں

تمام عمر وہ اہلِ دنیا کی صحبتوں سے الگ تھلگ رہے، فقر و بے نیازی کی ایک ہی وضع پر تمام زندگی بسر کردی، ان کا مشرب صلح کل تھا، بہت سے ہندو پارسی اور غیر مذہب کے لوگ بھی اپنی اپنی حاجتیں لے کر آتے تھے، اور وہ خدا کے تمام بندوں سے یکساں محبت کیساتھ سلوک کرتے تھے، عمر بھر کسی دنیادار کے مکان پر نہیں گئے جو ان کے مکان پر آیا اس سے مل لیے، مگر خود کسی کے دروازے پر نہیں گئے، جس زمانے میں "محمڈن میرج رجسٹرارز" مقرر کرنے کا مل تجویز کیا گیا تھا اور اس کی وجہ سے بنگال کے مسلمان عالموں میں بہت چرچا پھیلا ہوا تھا تو لارڈ ڈفرن نے ان سے ملنا چاہا تاکہ اس بارے میں اسلامی احکام دریافت کریں لیکن اونہوں نے ملاقات سے انکار کردیا، البتہ جو بات اس نے دریافت کی تھی اس کے بارے میں اپنی رائے نواب عبداللطیف خان سے کہدی، جو وائسرائے کیطرف سے پیام لے کر آتے تھے۔

(۴)

یہی حال انکا ہندوستانی امرا کے ساتھ بھی تھا، نواب کلب علیخان والی رامپور نواب شاہ جہان بیگم بھوپال، نواب عبدالغنی ڈھاکہ وغیرہم نے بارہا کوششیں کیں کہ ان سے ملاقات کریں، لیکن کبھی اس پر راضی نہیں ہوئے اور صاف انکار کرتے ہوئے کہدیا کہ مجھے اہلِ دول کی صحبتوں سے کوئی تعلق نہیں اونہوں نے کلکتہ میں ۱۳۰۸ھ ۱۸۹۰ء میں انتقال کیا۔

جس قسم کے خاندان مین مولانا پیدا ہوئے اس کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ ابتدا ہی کر عربی واسلامی علوم کی انہین تعلیم دلائی گئی اور جو نصاب تعلیم علما کے درس و تدریس مین چلا آتا ہے اسی کی تحصیل مین مشغول ہو گئے' البتہ عام حالات کے خلاف یہ بات ضرور ہوئی کہ کہ جس قدر وقت عربی کی تحصیل مین عام طور پر صرف ہوتا ہے اس سے بہت کم عرصہ مین فارغ التحصیل ہو چکے تھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے خود ان علوم کی تعلیم دینے مین مشغول ہو گئے

(۵)

دنیا کے تمام بڑے بڑے آدمی جنھین انسانون نے مانا ہے اور جنھون نے معاشرتی اخلاقی مذہبی اور سیاسی انقلاب پیدا کئے ہین وہ سب کے سب لٹریچر مین نہایت بلند پایہ ہوا کئے ہین اور زیادہ تر اسی کی مدد سے انہین کامیابی حاصل ہوئی ہے مولانا بھی اعلیٰ درجہ کے لٹریچر کے مالک ہین' اس وقت تمام ہندوستان مین ایک آدمی بھی ایسا نہین جسے اردو لٹریچر مین ان کے مقابل پیش کیا جا سکے' اردو زبان کی پوری تاریخ مین ان جیسا لکھنے والا کوئی شخص نہین گذرا ہے جس طرح مولانا ہر چیز مین اپنی راہ بالکل الگ رکھتے ہین اور کسی کی تقلید نہین کرتے' اسی طرح لٹریچر مین بھی اونھون نے دوسرون کی پیروی نہین کی' بلکہ اپنے لیئے ایک نیا طرز ایجاد کیا' اور اردو زبان کے ایک ایسے اسکول کے بانی ہوئے جس نے ایک انقلاب پیدا کر دیا' ہزارون نئے الفاظ محاورے اور اسلوب بیان رائج کئے' اور اردو لٹریچر کو از حد بلند کر دیا' اس بات کو تمام ملک نے صرف تسلیم ہی نہین کیا بلکہ علانیہ اور اعتراف کے ساتھ اس کی تقلید شروع کر دی۔

یوں تو ہر ملک اور ہر زمانہ میں لٹریری آدمی پیدا ہوتے رہتے ہیں مگر عموماً انہیں لٹریچر کی کسی ایک شاخ میں کمال ہوتا ہے، اور اسی میں ان کی شہرت ہوتی ہے۔ کسی کی تحریر مشہور ہوتی ہے، کسی کی تقریر، اور کسی کی شاعری۔ اس کی تمام شاخوں میں یکساں دسترس رکھنے والے لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں اور اگر ہوتے ہیں تو خدا کو ان سے کوئی بہت بڑا کام لینا منظور ہوتا ہے، لیکن یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ مولانا کو اس کی تمام شاخوں میں یکساں اور بالکل غیر معمولی کمال حاصل ہے، جس طرح ان کی تحریر معجزنما مانی جاتی ہے اسی طرح ان کی تقریر بھی مجددانہ ہوتی ہے۔ تقریر و تحریر دونوں کا یہ حال ہے کہ ایک سیلاب سا امنڈتا معلوم ہوتا ہے جس کی موجیں فوراً آدمی کو آلیتی ہیں اور بے دست و پا کر کے جدھر چاہتی ہیں بہا لیجاتی ہیں، مولانا جس وقت لکھتے ہیں تو چند لمحوں میں اتنا لکھ ڈالتے ہیں جتنا دوسرے گھنٹوں اور دنوں میں بھی نہیں لکھ سکتے۔ اور اسپیچ میں جو ہمیشہ زبانی اور برجستہ ہوتی ہے اتنی روانی اور تیزی ہوتی ہے کہ آجتک باوجود سخت کوشش کے بھی کوئی مختصر نویس اُسے قلمبند نہیں کر سکا۔

شاعری کا مشغلہ گو اب نہیں، پر ابتدا میں جب تھا تو ان کی شاعری تمام ملک میں مشہور تھی اور سب کی تحسین و تعریف حاصل کر چکی تھی۔

--۰ (۶) ۰--

لیکن جس طرح ہر قسم کے ریفارم میں لٹریچر کی ضرورت مسلم ہے، اسی طرح یہ بھی مسلم ہے کہ وہ سیکھنے سے نہیں آتا، بلکہ ایک طبعی ملکہ ہوتا ہے خدا جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے مولانا

کو اس کی تمام شاخون سے فطرۃً اور شروع ہی سے گہری مناسبت تھی اور بچپن ہی مین کافی مشہور ہو چکے تھے اور ابھی تعلیم ختم نہ ہونے پائی تھی کہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کے مقرر انشا پرداز اور شاعر مانے جانے لگے تھے، اور یہ بات نہایت تعجب انگیز اور شاید نادر الوقوع معلوم ہوگی کہ اسوقت جبکہ ان کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی وہ شاعری کے ایک ماہوار میگزین "نیرنگ عالم" کو ایڈٹ کرتے تھے، اسے خود اونھون نے کلکتہ سے جاری کیا تھا۔ اور اس مین اون کی اور ملک کے دوسرے مشہور شاعرون کی نظمین شائع ہوتی تھین اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ لٹریچر سے فطرۃً ان کو کیسی مناسبت ہے۔ اسی طرح قوت بیان بھی ان مین فطری ہے، ان کی عمر جب (۱۶) سال کی تھی اسوقت اونھون نے کلکتہ کے ایک ڈبیٹنگ کلب مین جس کے صدر نواب شمس الہدیٰ تھے اور جسمین تعلیم یافتہ لوگ جمع ہوا کرتے تھے، ایک نہایت دقیق موضوع "مذہب و عقل" پر ایسی کامیابی کے ساتھ لکچر دیا کہ تمام حاضرین انگشت بدندان رہ گئے، اس واقعہ کے ایک سال بعد ایک اور نہایت حیرت انگیز ثبوت اپنی قوت تقریر کا دیا۔ انجمن حمایت اسلام لاہور جو اس زمانہ مین "محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" کے بعد ہندوستان مین مسلمانون کی سب سے بڑی تعلیمی انجمن تھی اور جس مین ملک کے تمام بڑے بڑے لیڈر اور تعلیمیافتہ شریک ہوتے تھے اور اس کے پلیٹ فارم پر لکچر دینے کو اپنے لیئے باعث فخر سمجھتے تھے اس مین مولانا ۱۵ سال کی عمر مین لکچر دینے کھڑے ہوئے اور ایک نہایت اہم اور دقیق موضوع "مذہب کی ضرورت" پر نہایت زبردست لکچر دیا، شروع مین لوگون کو یقین نہ آیا کہ آپ تقریر

کر سکین گے مگر چند لمحہ کے اندر ان کا یہ یقین حیرت سے بدل گیا، اس جلسے کے صدر ڈاکٹر نذیر احمد اور سامعین مین مولانا حالی جیسے حضرات تھے جو اپنے وقت مین ملک کے سب سے بڑے انشاپرداز اور شاعر مانے گئے ہین ان کے روبرو زبان کھولنا اور بھی مشکل بات تھی لیکن مولانا پر ان باتون کا کچھ اثر نہ پڑا اور اس چھوٹی سی عمر مین نہایت دلیری اور روانی اور قابلیت کے ساتھ لکچر دیا۔ مولانا حالی کو تو اس واقعہ سے اس قدر تعجب ہوا کہ اونھون نے علانیہ کہدیا کہ اونھین یقین نہین ہوتا کہ یہ لکچر خود مولانا کا ہے، چنانچہ اس کے بعد اونھون نے امتحاناً خود ایک موضوع چنا اور جب مولانا نے اسی وقت اس موضوع پر بھی تقریر کردی تو اونھین ماننا پڑا مگر تعجب دور نہوا۔

صوبۂ پنجاب مین مولانا کا اسوقت جو زبردست اثر ہے، اس کی بنیاد اسی لکچر نے ڈالی تھی، پنجاب کے بڑے بڑے شہرون کے جو لوگ جلسہ مین موجود تھے اس قدر متاثر ہوئے کہ اونھون نے مولانا سے درخواست کی کہ ان کے یہان بھی لکچر دین چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔

—۰ (۷) ۰—

شاعری اور تقریر کے ساتھ ساتھ مولانا نے مضمون نگاری بھی شروع کی چنانچہ ان کا سب سے پہلا مضمون اس زمانہ مین اردو زبان کے نہایت مشہور میگزین مخزن لاہور مین "اخبار" کے عنوان سے چھپا جو تمام ملک مین نہایت مقبول ہوا، اس کے

بعد وہ برابر مختلف اخبارون اور رسالون مین مضامین لکھتے رہے مگر اون کے شوق کے لیئے یہ کافی نتھا اس لئے خود ایک علمی، ادبی اور مذہبی میگزین "لسان الصدق" کے نام سے کلکتہ سے جاری کیا جس نے بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل کی :-

یہی نہین، بلکہ وہ ملک کے متعدد سربرآوردہ علمی اور سیاسی اخبارون اور رسالون کے ایڈیٹر بھی رہے اور ایڈیٹری کی تمام ذمہ داریون کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ اردو زبان کا مشہور و معروف میگزین "الندوہ" لکھنؤ جو ہندوستان کے روشن خیال علما کی انجمن "ندوۃ العلما" کا ارگن اور بہترین علمی، اخلاقی تاریخی اور مذہبی مضامین سے پر ہوتا تھا اس کی ایڈیٹری مولانا نے بڑی کامیابی سے کی "احسن الاخبار" کلکتہ اور "وکیل" امرتسر کے عرصہ تک ایڈیٹر رہے اس زمانہ مین "وکیل" اردو اخبارون مین سب سے زیادہ وقیع سمجھا جاتا تھا، اور اس کی آواز ہر طرف سنی جاتی تھی، اس وقت مولانا کی عمر اٹھارہ سال کی تھی، مگر ان کی عدیم النظیر دماغی اور لٹریری قابلیت اور صحیح و سنجیدہ خیالات و آرا پختہ کار سن رسیدہ ایڈیٹرون جیسی تھین اور ان ہی کی بدولت اس اخبار کو اتنی شہرت و وقعت حاصل ہوئی تھی، مولانا کو اگرچہ مالی احتیاج نہ تھا پر وہ محض اپنی علمی شوق و دلچسپی کی وجہ سے ان کامونکو محنت سے انجام دیتے تھے۔

مولانا سے ایک سوال کسی نے کیا تھا کہ آپ کے مذہبی خیالات پر کن کن چیزوں کا اثر خاص طور پر پڑا ہے اسکا جواب مولانا نے خود اپنے قلم سے حسب ذیل دیا ہے اور ہم اس پوری عبارت کو بعینہا نقل کرتے ہین

(نیرنگ جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۲)

مین پیدائشی طور پر مسلمان ہون لیکن آپ یہ سنکر تعجب کرینگے کہ پیدائشی اور خاندانی ورثہ مین مجھے جو مذہب ملا تھا مین اسپر قانع نہین رہا اور جونہی مجھ مین اتنی طاقت پیدا ہوئی کہ کسی چیز کو اپنے سے الگ کر سکون مین نے الگ کر دیا اور پھر ایک خالی دل و دماغ لیکر طلب و جستجو مین نکلا اس جستجو مین مجھے بہت سی منزلون سے گذرنا پڑا اور پے در پے کئی ذہنی انقلاب میرے دل و دماغ پر طاری ہوئے بالآخر مین نے اپنا مقصود حاصل کر لیا اور یہ وہی مقام ہے جہان اپنے آپکو اب پاتا ہون بلاشبہہ یہ اسلام ہے لیکن وہ اسلام نہین ہے جو محض رسم و تقلید کا مجموعہ تھا اور مجھے پیدائشی ورثہ مین ملا تھا مین اب اسلئے مسلم نہین ہون کہ مجھے خاندانی طور پر ایسا ہی ہونا چاہئے بلکہ اس لئے ہون کہ مین نے اپنی طلب و جستجو مین اسکا سراغ پایا ہے مجھے یقین اور اطمینان کی تلاش تھی اور وہ مجھے یہین ملا۔ انسانی دماغ خاندانی تعلیم سوسائٹی اور گرد و پیش کے موثرات کی مخلوق ہوتا ہے علی الخصوص مذہب کے متعلق تو خاندانی تقلید کا اثر اس درجہ قوی ہے کہ اس سے باہر نکلنے کا کبھی وہم و گمان بھی نہین گذرتا کتنے ہی انسان ہین جو اپنی قسمت زور مین بڑی بڑی آہنی زنجیرون کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالینگے لیکن وہ اس رشتہ کو چھو بھی نہین سکتے جو آبائی عقیدہ و تقلید کا انکی گردن مین پڑا ہے

فی الحقیقت انسان کی تمام گمراہیون اور غفلتون کی اصلی بنیاد یہی ہے اور مین یقین کرتا ہون کہ یہ خدا کا بہت ہی بڑا فضل و احسان تھا کہ مجھے اپنی زندگی کے بالکل ابتدائی حصے ہی مین اس قید و بند سے نجات حاصل ہوگئی میرے موجودہ مذہبی عقیدے نہ تو مجھے خاندان سے ملے ہین، نہ میرے استادون نے ان کی تلقین کی، نہ میری سوسائٹی ان کے لئے رہنما ہوسکی تھی۔ یہ تمام چیزین تو موافق ہونے کی جگہ میری راہ مین رکاوٹون کا حکم رکھتی تھین، انہون نے مجھے جو کچھ دیا تھا وہ مین نے کھو دیا اور مجھے جو کچھ مطلوب تھا وہ خود اپنی طلب و جستجو سے ڈھونڈھ نکالا فالحمد للہ، مین کہہ سکتا ہون کہ مذہب کے بارے مین انسانی عقائد کی جتنی اصولی قسمین ہین ان مین سے کوئی قسم ایسی نہین جو کچھ عرصہ تک کیلئے مجھپر حاوی نہ رہ چکی ہو۔

اس راہ مین جتنے قدم اٹھتے ہین سب کو تقریباً یکسان حالتین پیش آئی ہین پہلے تقلیدی اور رسمی مذہب کی بے فکری اور مدہوشی مین دل سرشار ہوتا ہے پھر شک اور اضطراب کی خلش پیدا ہوتی ہے اور شک آہستہ آہستہ انکار تک پہونچا دیتا ہے۔

مجھپر بھی بتدریج یہ تمام حالتین طاری ہوئین، مجھکو تقلیدی اور رسمی مذہب کی پرستش سے شک اور اضطراب نے نکالا اور شک نے بالآخر انکار اور دہریت کی صورت اختیار کی مین مدتون مذہب اور عقل کی آمیزش و آویزش کی گھاٹیون مین

سرگردان رہا عرصہ تک میٹریلزم اور نیشنلزم کے جلوۂ سراب کو آبِ حیات سمجھتا رہا اس راہ کی جتنی بیماریاں نہیں وہ بھی مجھے لگیں اور جتنے نسخے ہیں وہ بھی میں نے استعمال کئے بالآخر جب قدم جستجو سے تھک گئے اور ہمت نے آخری جواب دیدیا تو اچانک پردۂ ظلمت چاک ہوا اور نظر اٹھائی تو حقیقتِ گم گشتہ کا چہرۂ بے نقاب سامنے موجود تھا۔

اس منزل پر پہونچ کر یہ سب سے بڑی بنیادی سچائی مجھپر کھل گئی کہ مذہب کی راہ عقل و ادراک سے نہیں بلکہ خالص اور بے میل جذبات سے طے کیجا سکتی ہے اور مذہبی سچائی کا پالینا اس لئے کٹھن نہیں کہ وہ مشکل ہے بلکہ اس لیے کہ وہ بہت ہی آسان ہے اور انسان کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ وہ سامنے کی آسان اور عام چیزوں کو ہمیشہ نظرانداز کردیتا ہے۔

ایک راہ گم کردہ مسافر برسوں تک کوہ و صحرا کی خاک چھان کر بالکل مایوس ہوگیا ہو اور عالم مایوسی میں کسی درخت کے نیچے گر کر بیہوش ہوگیا ہو لیکن جب بے ہوشی سے بیدار ہو تو دیکھے کہ اپنے وطن میں خاص اپنے محبوب گھر کی چھت کے نیچے پڑا آرام کر رہا ہے! یہ دیکھ کر اوس کا کیا حال ہوگا؟ یقین کرنا چاہیئے کہ میرا یہی حال ہوا۔

میری پیدائش ایک ایسے خاندان میں ہوئی تھی جو صدیوں سے مذہبی بزرگی اور پیشوائی رکھتا تھا اور ہزاروں لاکھوں آدمی اس کے سامنے اطاعت اور تعظیم

کا سر جھکاتے تھے' مین نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے چارون طرف بزرگی اور تقدس کا جلوہ دیکھا' اور ایک بت کی طرح اپنے خاندان کو معظم و محترم پایا مین ابھی بچہ ہی تھا کہ ہزارون آدمی آتے تھے اور بوجہ پیرزادہ ہونے کے میرے ہاتھ پاؤن چومتے تھے' اپنے بزرگون کے سوا جس آدمی کو دیکھتا تھا اپنے آگے جھکا ہوا اور ادب و تعظیم سے مرعوب پاتا تھا' بڑے بڑے قابل اور معمر آدمی آتے تھے اور وہ میرے سامنے (جبکہ میری عمر آٹھ نو برس سے زیادہ نہتی) اس ادب اور احترام سے بیٹھتے تھے گویا مین سچ مچ اون کا بت ہون' پھر میرے منہ سے جو بات نکلتی تھی خواہ وہ کتنی ہی فضول اور بے معنی ہوتی لیکن وہ بڑے ہی اعتقاد اور احترام کے ساتھ سر جھکائے ہوئے سنتے اور ہر بات پر آمنا اور صدقنا کرتے'

ظاہر ہے کہ ایک ایسی فضا مین پرورش پانے کا قدرتی اثر میرے دماغ پر کیا پڑسکتا ہے؟ سب سے پہلے تو یہ کہ مین اپنا خاندانی شان و شکوہ دیکھکر اس مین سرشار ہوجاتا اور تحصیل علم کے لیے میرے اندر کوئی طلب اور کاوش پیدا ہی نہ ہوتی' جیسا کہ بڑے بڑے پیرون اور پیشواؤن کی اولاد اپنی موروثی عزت واحترام کی وجہ سے عموماً بے پروا ہوجاتی ہین اور اکثر صورتون مین جاہل اور اپاہج بن کر رہ گئی ہین پھر اگر والد مرحوم کی کوشش' خاندانی روایات کا اثر' اور شوق و طلب کی وجہ سے ایسا نہ ہونے پاتا جب بھی ظاہر ہے کہ ایسی موروثی

اور گہری مذہبی فضا مین کسی نئی فکر اور جستجو کی راہ کھلنا تقریباً محال تھا ایسی ہی حالت سے بلند تر خیالات کی طلب جبھی پیدا ہو سکتی ہے جب کوئی نہایت ہی قوی خارجی محرک موجود ہو لیکن یہان نہ صرف یہ بات تھی کہ کوئی ایسا محرک موجود نہ تھا، بلکہ ایسے محرکات کے لیئے اس کی آب و ہوا موافق ہی نہ تھی، میرے خاندان کی تمام پرانی روایات نہایت سخت راسخ الاعتقادی کی چلی آتی تھین گھر مین شب و روز ان تمام باتون کا چرچا رہتا تھا جو ایسے اعتقاد کا لازمی نتیجہ ہین والد مرحوم بھی نہایت سخت راسخ الخیال شخص تھے "کیون" اور "کس لیئے" کی ان کے اعتقاد مین گنجائش ہی نہ تھی، مسلمانون مین جو مذہبی عقائد کے اسکول آزاد خیال اور اعتقادی امور کو فکر و اجتہاد کے ساتھ قبول کرنے والے ہین وہ ان کے بھی سخت مخالف تھے اور تمام عمر ان کے رد مین قلم و زبان سے کام لیتے رہے تھے۔ ان کی دو تہائی تصنیفات ان ہی کے رد مین ہین بہر تمام استاد جن سے مین نے ابتدا سے لیکر آخر تک تعلیم حاصل کی، ایسے ہی خیالات کے تھے اور اب مین سوچتا ہون تو ان مین سے بعض کی سختی یہانتک بڑھی ہوئی تھی کہ ایک خفیف سے اختلاف رائے پر بھی بالکل کافر یعنی اسلام سے خارج ہو جانے کا فتویٰ دیدیتے تھے جو نصاب تعلیم مجھے پڑھایا گیا تھا اور مذہبی علوم کی جن کتابون کی تعلیم دی گئی وہ بھی سرتاسر اسی مسلک پر مشتمل تھین، پس ایسی حالت مین کیونکر امید کیجا سکتی ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی میرا

دماغ اس دائرہ سے باہر کوئی تخیل کرسکتا، یا کسی مزید طلب اور جستجو کی خلش میرے اندر پیدا ہوسکتی ؟ قدرتی طور پر میری بڑی سی بڑی خواہش بھی اس سے زیادہ نہین ہوسکتی کہ مین اپنی خاندانی روایات کے مطابق ایک اچھا پیر اور مولوی ہوتا جس کے ہاتھ پاؤن چومنے والون کا حلقہ بہت دور تک پھیلا ہو نظر آتا لیکن شاید یہ بات نہایت تعجب سے سنی جائے گی کہ نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلا۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کیون ؟ تو مین اس وقت بھی اس کا کوئی جواب نہین دے سکتا لیکن یہ واقعہ ہے کہ ابھی تعلیم ختم نہین ہوئی تھی اور زیادہ سے زیادہ میری عمر تیرہ برس کی تھی کہ میرا دل اچانک اپنی موجودہ حالت اور اردگرد کے منظر سے اچاٹ ہوگیا اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ مین کسی اچھی حالت مین مبتلا نہین ہون یہ بے اطمینانی بڑھتی گئی حتی کہ مجھے ان ساری باتون سے جو لوگون کی نظرون مین انتہا درجہ عزت و احترام کی باتین تھین ایک طرح کی نفرت ہوگئی اور مین اندر ہی اندر ان باتون پر شرم اور ذلت محسوس کرنے لگا اب لوگ جب میرا ہاتھ پیر چومتے تو مجھے محسوس ہوتا کہ گویا ایک بہت ہی سخت برائی کا کام ہو رہا ہے چند دن پہلے یہی منظر میرے لیئے نہایت ہی فخر و غرور کا باعث تھا !

چند دنون کے بعد یہ جذبہ ایک دوسرے رخ پر بہنے لگا اپنی حالت کے احتساب سے اپنے عقائد و افکار کے احتساب پر توجہ دلائی اور اب جو مین نے اپنی مذہبی

عقائد کا جائزہ لیا تو اس میں بجز آبائی تقلید دیرینہ رسم پرستی اور موروثی اعتقاد کے اور کچھ نہ تھا، میں ایسا کیوں یقین کرتا ہوں؟" اس کا جواب مجھے اس کے سوا کچھ نہیں ملتا تھا کہ "چونکہ ایسا ہی مجھے بتایا گیا ہے" یا "چونکہ ایسا ہی میرے باپ دادا کا اعتقاد تھا" یہ جواب میرے دل میں شک اور اضطراب کا ایک طوفان برپا کر دیتا اور میں اپنے تمام پرشکوہ عقیدوں اور سارے طلسم نما خیالات کے ساتھ بے اختیار بہنے لگتا۔

"کیا فی الحقیقۃ خدا کا وجود ہے" اور کیا واقعی مذہب کے تمام بتلائے ہوئے عقائد حقیقت رکھتے ہیں؟" "اگر ایسا ہی ہے تو پھر اتنی بڑی حقیقت اور سچائی میں اتنا اختلاف کیوں ہے؟ مذہب اگر ہدایت اور امن کے لئے ہے تو پھر وہی انسان کے تمام اختلافوں اور جھگڑوں بلکہ انتہا درجہ کی خونریزیوں کا سبب کیوں بن گیا ہے؟ حقیقت ایک ہی ہو سکتی ہے، ایک سے جو زیادہ ہے وہ تو حقیقت نہیں ہے"

پھر اگر دنیا کے اتنے بے شمار مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کو مان بھی لیا جائے، تو مشکل کہاں ختم ہوتی ہے؟ ہر مذہب کے اندر بھی تو بیشمار اختلافات پائے جاتے ہیں اور بہت سی جماعتوں میں اس کے ماننے والے بٹ گئے ہیں؟ ایک کیوں حق پر ہے اور دوسرا کیوں حق پر نہیں؟"

یہ تین سوال تھے جو ۱۴ برس کی عمر میں مجھ پر اس طرح چھا گئے تھے کہ خون اور گوشت

کی جگہ میرے اندر صرف ان ہی کی گونج بھری ہوئی محسوس ہوتی تھی، گرہ کو جس قدر کھینچا جائے زیادہ الجھ جاتی ہے اسی طرح جسقدر حل کرنے کی کوشش کرتا تھا اتنا ہی زیادہ الجھاؤ بڑھتا جاتا تھا'

مین نے ہرطرح کی کتابون کا مطالعہ شروع کیا۔ مختلف مذہبون کی کتابین بار بار دیکھ ڈالین، مین اس وقت بمبئی مین تھا' دہان مجھے متعدد عیسائی' یہودی' پارسی' بہائی' ناستک' اور ہندو' عالمون سے ملنے اور بحث ومباحثہ کا موقعہ ملا لیکن ان کی باتین میری الجھن کو اور زیادہ کرتی تھین' ان کے جوابات اور مباحث سنکر مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میری پریشانی اس سے کہین زیادہ ہونی چاہیئے جسقدر مین سمجھا ہوا تھا' بالاخر یہ اندرونی تکلیف یہانتک بڑھی کہ مین بیمار ہوگیا' غذا بند ہوگئی' نیند اچاٹ ہوگئی۔

اس اثنا مین مین نے ماڈرن فلاسفی اور سائینس کی مختلف شاخون کا مطالعہ کیا، جس قدر مطالعہ مین مشرقی زبانون کے تراجم سے کرسکتا تھا' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مذہب کی طرف سے میری بے اطمینانی اور زیادہ گہری ہوگئی ؛۔

اب مجھپر وہ دروازہ کھلا جو اس راہ مین ہمیشہ کھلا کرتا ہے یعنی مذہب وعقل کے تطبیق واتحاد کا طریقہ' اس کے بھی متعدد اسکول ہین' مین نے سب کا مطالعہ کیا' اور اس سے اتنا ضرور ہوا کہ ایک عارضی سکون مجھے ہوگیا اسی زمانہ مین مین سنے سرسید احمد خان مرحوم کی کتابون کا مطالعہ کیا جن کی نسبت سمجھا جاتا

سے کہ اونہوں نے موجودہ زمانہ مین مذہب اور ماڈرن سائنس کو ملانے کے لیئے ایک نئے اسلامی اسکول کی بنیاد ڈالی ہے مجھپر ان کی تصنیفات کا بہت اثر پڑا حتیٰ کہ کچھ دنوں تک میرا یہ حال رہا کہ مین بالکل ان کا مقلد اور پیرو ہوگیا تھا مگر یہ وقفہ عارضی تھا۔ بہت جلد ہی مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ منزل مذہب کی طرف لیجانیوالی نہین ہے بلکہ مذہب سے انکار کی ایک نرم اور ملائم صورت ہے آخری نتیجہ میرے دل و دماغ پر حاوی ہوگیا تھا یعنے گو مین زبان سے صاف صاف اقرار نہین کرتا تھا لیکن میرے اندر قطعی انکار اور الحاد کی آواز گونج رہی تھی ؛۔

مین اب ایک پکا دہری ہوگیا تھا، میٹریلزم اور ریشنلزم کے اعتقاد پر میرے اندر فخر و غرور تھا اور مذہب کے نام مین جہل و توہم کے سوا کچھ نظر نہین آتا تھا، تاہم وہ چیز کہ ان تھی جس کی ڈھونڈھ مین مین نکل تھا یعنی دل کا اطمینان وہ تو اب اور زیادہ دور ہو گئی تھی، میرے اضطراب کی اندھیاری مین تسلی کی ایک ہلکی کرن بھی دکھائی نہین دیتی تھی،

۱۴ برس سے لیکر ۲۴ برس کی عمر تک یہی حال رہا، میرا ظاہری رویہ ایک ایسے مذہبی آدمی کا تھا جو مذہب کو عقل و علم کے ساتھ ساتھ چلانا چاہتا ہے لیکن میرے اندر اعتقاداً قطعی الحاد تھا اور عمل مین قطعی فسق، یہی منزل میری مایوسی کی منزل تھی اور اسی کے بعد اچانک امید کی

روشنی میرے سامنے سے ہٹ گئی مین جس طرح اس ہاتھ کو نہین بتا سکتا جس نے مجھے اندھیاری مین ڈھکیلا اسی طرح مین اس ہاتھ کے لیئے بھی کچھ نہین کہہ سکتا جس نے اچانک مجھے اجالے مین پہونچا دیا، تاہم یہ حقیقت ہے کہ روشنی نمودار ہوئی اور نو برس خاک چھاننے کے بعد مین نے اپنی منزل مقصود خود اپنے ہی پاس موجود پائی۔ تمام تشکوک دور ہوگیئے، تمام دہوکے مٹ گئے اور جس یقین اور اطمینان کی تلاش تھی وہ مجھے حاصل ہوگیا۔

اب مجھے معلوم ہوا کہ مذہب اور عقل کے میدان بالکل الگ ہین اور دونون کا ایسا پوزیشن ہی نہین ہے کہ ان کو باہم مخالف سمجھکر توڑنے یا جوڑنے کی کوشش کیجا ئے مادہ اور محسوسات کی راہ ہم ادراک سے طے کر سکتے ہین مگر مذہب جس عالم کا پیام لاتا ہے اس کے لیئے ہمارے پاس صرف جذبہ ہے اور یہ بڑی بھول ہے کہ چاندی سونا تولنے کے کانٹے سے ہوا اور روشنی کا بھی وزن معلوم کرنا چاہین۔

مجھے معلوم ہوا کہ جس مذہب کو دنیا اسلام کے نام سے پہچانتی ہے فی الحقیقت وہی مذہبی اختلافات کے سوال کا اصلی حل ہے اسلام دنیا مین کوئی نیا مذہب قائم کرنا نہین چاہتا بلکہ اس کا مشن خود اس کے بیان کے مطابق صرف یہ ہے کہ دنیا مین تمام مذہبون کے ماننے والے اپنی اصلی اور بے میل سچائی پر قائم ہوجایئن اور باہر سے ملائی ہوئی جھوٹی باتون

کو چھوڑ دین اگر وہ ایسا کرین تو جو اعتقاد ان کے پاس ہوگا اس کا نام قرآن
کی بولی مین اسلام ہے۔
قرآن کہتا ہے کہ خدا کی سچائی ایک ہی اور ابتداے موجود ہی اور تمام انسانون
اور قومون کے لیے یکسان طور پر آتی رہی ہے دنیا کا کوئی ملک اور کوئی
گوشہ نہین جہان خدا کے سچے بندے نہ پیدا ہوئے ہون اور اونہون نے
سچائی کی تعلیم نہ دی ہو لیکن ہمیشہ ایسا ہوا کہ لوگ کچھ دنون تک اس پر قائم
رہے لیکن پھر اپنے خیال اور وہم سے طرح طرح کی نئی اور جھوٹی باتین نکالکر
اس طرح پھیلادین کہ وہ خدائی سچائی انسانی ملاوٹ کے اندر گم ہوگئی اب
ضرورت تھی کہ سب کو جگانے کے لئے ایک عالمگیر صدا بلند کیجائے یہ اسلام ہی
وہ عیسائی سے کہتا ہے کہ سچا عیسائی بنے یہودی سے کہتا ہے کہ سچا یہودی
بنے پارسی سے کہتا ہے کہ سچا پارسی بنے اسی طرح ہندوون سے کہتا ہی کہ اپنی
اصلی سچائی کو دوبارہ قائم کرلین یہ سب اگر ایسا کرلین تو وہ وہی ایک ہی
سچائی ہوگی جو ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ سب کو دی گئی ہی کوئی قوم نہین کہہ سکتی
کہ وہ صرف اسی کی میراث ہی اسی کا نام اسلام ہی اور وہی دین الفطرۃ ہے
یعنی خدا کا بنایا ہوا نیچر اسی پر یہ تمام کارخانہ ہستی چل رہا ہے سورج کا بھی
وہی دہرم ہے زمین بھی اسی کو مانتے ہوئے ہر آن گھوم رہی ہے اور کون
کہہ سکتا ہے کہ ایسی ہی اور کتنی زمینین اور دنیائین ہین اور ایک خدا کے

ٹھیرائے ہوئے ایک ہی قانون پر عمل کر رہی ہین۔
پس قرآن لوگون کو ان کے مذہب سے چھڑانا نہین چاہتا بلکہ وہ ان کے اصلی مذہب پر انکو دوبارہ قائم کردینا چاہتا ہے دنیا مین بیشمار مذہب ہین ہر مذہب کا پیرو سمجھتا ہے کہ سچائی صرف اسی کے حصہ مین آئی ہے اور باقی سب باطل پر ہین گویا قوم اور نسل کی طرح سچائی بھی میراث ہے اب اگر فیصلہ ہو تو کیونکر ہو اختلاف دور ہو تو کس طرح ہو' اس کی صرف تین ہی صورتین ہو سکتی ہین ایک یہ کہ سب حق پر ہین' یہ ہو نہین سکتا کیونکہ حق ایک سے زیادہ نہین اور حق مین اختلاف نہین ہو سکتا' دوسرے یہ کہ سب باطل پر ہین' اس سے بھی فیصلہ نہین ہو سکتا کیونکہ پھر حق کہان ہے اور سب کا دعوی کیون ہے۔ اب صرف ایک تیسری صورت رہ گئی یعنی سب حق پر بھی ہین اور سب ناحق پر بھی' یعنی اصل ایک ہے اور سب کے پاس ہے' ملاوٹ باطل ہے' موجب اختلاف ہے اور سب اس مین مبتلا ہو گئے ہین اگر ملاوٹ چھوڑ دین اور اصلیت کو پرکھ کے صاف کرلین تو وہ ایک ہی ہو گی اور سب کی جھولی مین نکلے گی۔
قرآن یہ ہی کہتا ہے اور اس کی بولی مین اسی مشترک اور عالمگیر اصلیت کا نام اسلام ہے۔
شک اور انکار کے بعد یقین اور اعتقاد کے حصول مین میری نظر و فکر کا

کیا عالم رہا، اور میرے تمام لاینحل سوالوں کے کیا کیا جواب ملے یہ بہت لمبی چوڑی داستان ہے اور میری موجودہ تصنیفات ان ہی کی شرح ہین"
(انتہی بلفظہ)

(۸) اصلاح وہدایت و ارشاد

اس کے بعد مولانا کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس کے لیئے خدای تعالی نے اونہین پیدا کیا ہے یعنی "مذہبی اور سیاسی ریفارم اور انقلاب" کا دور جو نہایت اہم اور دلچسپ ہی اور جس کے نتایج ہمیشہ تاریخ مین یادگار رہینگے اس وقت مسلمانان ہند مین جو سیاسی بیداری، اصلاح حال کے لئے جو شدید بے چینی اور ملکی آزادی کے لیئے جو سچی تڑپ موجود ہے اسے سب محسوس کرتے ہین لیکن یہ ایک پیش پا افتادہ حقیقت اور افسوسناک تاریخی واقعہ ہے کہ اب سے بارہ سال پہلے ان مین سے ایک بات بھی ان کے اندر موجود نہ تھی، اس وقت تعلیمیافتہ مسلمانون مین تین گروہ تھے، ایک گروہ آرتھوڈوکس علما کا تھا، جسکا عام طور پر عملاً یہ خیال تھا کہ قران کی تعلیم کا ابھی سمجھنا ناممکن ہے، جو کچھ پرانے علما کہہ گئے ہین بس وہی حق ہی اور اس کے سوا جو کچھ ہی باطل اور خلاف دین ہی، ان کے نزدیک غیر زبانون کو سیکھنا کفر کے قریب قریب تھا، سائنس، جدید فلسفہ، اور وہ تمام علوم جن سے وہ ناواقف تھے خلاف اسلام سمجھے جاتے تھے اور انکا سیکھنا سکھانا حرام

بتایا جاتا تھا وہ اسلام کو صرف چند عبادات اور لباس اور ڈاڑھی کی وضع وتراش مین محدود سمجھتے تھے قرآن سے عملاً کوئی فائدہ نہین اٹھاتے تھے اس کی تلاوت کو محض برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے اونھون نے یہ نہ خیال کیا کہ قرآن عمل کرنے کے لئے ہے طاقون پر رکھنے اور قسمین کھانے کے لئے نہین ہے اس جماعت کو مسلمانون کی سیاسی موت وحیات سے کوئی واسطہ نہ تھا دنیا مین جو کچھ ہوتا تھا اسلامی سلطنتین جسطرح برابر مٹائی جارہی تھین اور خود ہندوستان مین مسلمانون کی جو ناگفتہ بہ حالت تھی۔ ان مین سے کسی ایک بات سے بھی اسے سروکار نہ تھا اور وہ اس کو دنیا اور دنیا دارون کی باتین سمجھتا تھا بلکہ ان سے دلچسپی رکھنے والون کو وہ تحقیر کی نظرون سے دیکھتا اور اونھین بے دین تصور کرتا تھا اور اگر کبھی اسے مسلمانون کی تباہیون پر توجہ دلائی جاتی تو نہایت متانت سے کہہ دیتا تھا کہ "ہمارے تمہارے فکر کرنے سے کیا ہو سکتا ہے؟ خدا کی مشیئت یہی ہے، قیامت قریب آگئی ہے حضرت امام مہدی نکلنے والے ہین انکا خاموشی سے انتظار کرو وہ سب کچھ درست کرلین گے"۔

دوسرا گروہ روشن خیال اور مدعیان اسلام انگریزی تعلیمیافتہ لوگون کا تھا، یہ گروہ اگرچہ جدید مغربی علوم وخیالات اور خود اسلام سے بھی کماحقہ واقف تھا، تاہم اسلام کو مغربی عینک سے دیکھتا تھا اس کی کوششون کا منتہی یہ تھا کہ اس کی تعلیم کو کھینچ تان کر مغربی خیالات کے مطابق کر دکھائے چنانچہ اسوقت

کا مذہبی لٹریچر موجود ہے، جو مضحکہ انگیز تاویلات اور بے سروپا باتوں کا مجموعہ ہے
تیسرا گروہ نام نہاد تعلیمیافتہ لوگوں کا وہ تھا جو اگرچہ اسلام سے قطعاً ناواقف
تھا مگر اس کا پیشہ یہ ہو رہا تھا کہ مذہب اور اس کے تمام احکام و تعلیمات کا مضحکہ
اڑائے اور اسے قرون مظلمہ کی یادگار بتائے، یہ اپنی زندگی کا مقصد یہ سمجھتا
تھا کہ یورپ کی ہر بات مین تقلید کرے، یوروپین علوم سے تو یہ بھی بے بہرہ
تھا اس کی صرف ظاہری باتوں، لباس وضع قطع اخلاق و عادات فسق و
تہتک، اور بہیمانہ زندگی مین اس کی پیروی کرتا تھا - اس کو وہ تمدن اور
تہذیب اور ترقی سمجھتا تھا اور اسکے سوا جو کچھ تھا اسے حقیر جانتا تھا -)
آرتھوڈوکس مذہبی علما کو جیسا مذکور ہوا، دنیا ومافیہا کی خبر نہ تھی اور اس لئے سیاسی
جدوجہد سے انہین کوئی تعلق نہ تھا وہ صرف مسجدون اور مدرسون کے تاریک
کمرون کی خلا کو پُر کئے ہوئے تھے اور اس لیئے سیاسی میدان صرف دوسرے
اور تیسرے گروہ کے لیئے کھلا ہوا تھا اور وہی اس مین جولانیان کرتے تھے مگر
ان کے خیالات کی بنیاد کن اصولون پر تھی ؟ زیادہ تر دو اصولون پر، حکومت
کی رضاجوئی، اور ہندوؤن کی عداوت، اور یہ دونون اصول اس طرح مسلم
اور قطعی سمجھے جاتے تھے کہ گویا ان مین کسی بحث ونظر کی ضرورت ہی نہ تھی
اور یہ اصول اس ناقص نظریہ پر مبنی تھے کہ چونکہ ہندوستان مین مسلمانون
کی تعداد قلیل اور ہندوؤن کی زیادہ ہے اس لیئے مسلمانون کو حکومت کا

ساتھ دینا اور ہندوؤن کی مخالفت کرنا چاہئے اور اسی نظریہ کا یہ نتیجہ تھا
کہ لیڈرون کے یہ دونون گروہ متفقہ طور پر ہندوستان کی آزادی کے سخت
مخالف تھے' اور اسے مسلمانون کے لیئے برباد کن سمجھتے تھے کیونکہ ان کا
خیال تھا کہ جون ہی ہندوستان آزاد ہوگا ہندو' مسلمانون پر ٹوٹ پڑین گے
اور انھین صفحہ ہستی سے مٹا دین گے' چنانچہ ۱۹۱۰ء کی دلی کی مسلم لیگ
کے صدر مسٹر سید امیر علی نے (جو خود نہ شریک ہو سکے تھے اور اپنا پریذیڈنشل
ایڈریس بھیج دیا تھا) اپنے ایڈریس مین لکھا تھا کہ "مسلمانون کے لیئے راہ عمل
یہ ہے کہ گورمنٹ کو راضی رکھین اور ہندوؤن سے اپنے حقوق کے لیئے
برابر لڑتے رہین' ایک سید امیر علی ہی نہین اس زمانہ کے تمام لیڈرون کی
یہی تعلیم تھی' حتیٰ کہ مسٹر محمد علی بھی اپنے "کامریڈ" کے ذریعہ سے اس کی تبلیغ
مسلمانون مین کرتے تھے' خود آل انڈیا مسلم لیگ' جو آج کانگریس سے بھی
آگے جانا چاہتی ہے اسکا قیام بھی ان ہی دقیانوسی خیالات اور مہلک اغراض
و مقاصد کے لیئے ہوا تھا' لارڈ منٹو کے ہوشیار ہاتھون نے پس پردہ اس کی
تعمیر کی تھی اور اس کی غرض وحید یہی تھی کہ مسلمانون مین غلامی کے جذبہ
کو اور زیادہ راسخ کر دیا جائے اور ہندوؤن سے ایک مسلسل اور منظم جنگ جاری
رکھی جائے چنانچہ اس کے گذشتہ اجلاسون کی رپورٹین موجود ہین جن مین
پڑھنے والے کو بجز غلامانہ خیالات اور ہندوؤن کی جا و بے جا عداوت

کے اور کچھ نہین ملتا۔

البتہ اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ گنتی کے چند مسلمان ایسے ضرور موجود تھے جو اس زمانہ مین بھی ملک کی آزادی چاہتے تھے مگر ان کے خیالات خود انہین تک محدود تھے اور ان کی جدوجہد کا سلسلہ کانگریس کے پلیٹ فارم پر لکچر دینے پر ختم ہو جاتا تھا۔

رہی عام مسلمان پبلک، تو اس کی حالت قدرتی نہایت افسوسناک تھی اسکا بڑا حصہ آرتھوڈکس علماء کے ہاتھون مین تھا اور کچھ باقی دونون گروہون سے متاثر ہو رہا تھا، مگر یہ واقعہ ہے کہ اس کے تمام حصے سیاسی جدوجہد سے بالکل ہی الگ تھلگ تھے، حب وطن کے جذبہ سے انکے سینے خالی تھے اور وہ غلامانہ زندگی پر بالکل قانع اور خوش تھے، اور اسے ایک طبعی حالت تصور کرتے تھے، اور کیون نہین، جبکہ وہ ہندوستان کو اپنا وطن ہی نہ سمجھتے تھے بلکہ ایک اجنبی ملک جس مین اتفاقات روزگار سے آکر وہ آباد ہو گئے ہین۔

(۹) الہلال

یہ حالت تھی کہ یکایک مولانا نے کلکتہ سے اپنا شہرۂ آفاق ہفتہ وار جرنل "الہلال" جاری کیا اور اس شان سے جاری کیا کہ تمام ملک کی نظرین بے اختیار اس کی جانب اٹھ گئین اس کی ہر بات انقلاب انگیز تھی اور ہر بات نئی،

ظاہری شکل و صورت بھی نئی اور باطنی محاسن بھی نئے ابھی دو چار نمبر ہی نکلے تھے کہ عام و خاص، ادنیٰ و اعلیٰ سب کی زبانون پر اسی کا نام تھا اور ہر گروہ اور ہر طبقہ کے لوگون نے اسکے سوا سب کو بھلا دیا۔

"الہلال" کی سب سے بڑی یادگار خصوصیت اسکا سرتاپا مجتہدانہ انداز تھا اور اسی نے اسکو چند ہفتون کے اندر وہ مقبولیت اور عزت دیدی جو برسون مین بھی بہ مشکل نصیب ہو سکتی ہے، ظاہری وضع و شکل سے لیکر مضامین و مطالب تک ہر بات مین وہ اپنی راہ سب سے الگ رکھتا تھا اور اپنے رنگ مین سب سے نرالا تھا اس نے کسی چھوٹی سی چھوٹی بات مین بھی دوسرون کی تقلید نہ کی بلکہ تقلید اور پیروی کے لیئے خود اپنا نمونہ پیش کیا، مذہبی دعوۃ و تبلیغ، پولیٹیکل پالیسی، علمی و ادبی مباحث، طرز تحریر و انشا، الفاظ و ترکیب، کوئی نئی بات ایسی نہین ہے جس مین اس نے اپنا مجتہدانہ انداز ہاتھ سے دیا ہو اسی خصوصیت کا نتیجہ ہے کہ یکایک ملک کے تمام پچھلے رنگ مٹ گئے اور ہر بات مین صرف اس کا رنگ غالب آگیا، لوگ بے اختیار اپنی راہین چھوڑکر اس کی راہ اختیار کرنے لگے، اگرچہ کسی سے آجتک اس کی ادہوری تقلید بھی بن نہ آئی، مولانا نے اپنے اس عظیم الشان اخبار کے ذریعہ سب سے بڑا جو کام کیا وہ بیک دفعہ مسلمانون کے تمام طبقون مین علما و مشائخ سے لے کر انگریزی تعلیمیافتہ اور عوام الناس تک سب کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی خیالات

مین انقلاب پیدا کردیا تھا' ایک طرف انھون نے دلون مین یہ بات ڈالدی کہ قرآن کی تعلیم عمل کے لئے ہے دینی اور دنیاوی فلاح مسلمانون کو اسی کے ذریعہ سے مل سکتی ہے علما کی جماعۃ مسلمانون کی تباہی کی سب سے زیادہ ذمہ دار ہے کہ ان کی خبرگیری اور اصلاح انکا فرض تھا جس سے اونھون نے غفلت برتی علماء کا فرض ہے کہ پالیٹیکس مین حصہ لین اور قرآن کی تعلیم کی روشنی مین مسلمانون کی دنیاوی معاملات مین بھی رہنمائی کرین'

دوسری طرف انھون نے بتایا کہ قرآن کی تعلیم تمام انسانی علوم سے بالاتر ہے انسانی علوم و خیالات مین تبدیلی ہوتی رہتی ہے مگر خدا کے قوانین اٹل ہین اور ان مین کبھی تبدیلی نہین ہوتی اور یہ کہ مذہب کی حقانیت کا معیار مغربی علوم و خیالات سے ان کی مطابقت پر نہین ہے ساتھ ہی انھون نے مغربی تہذیب کے معائب و مفاسد مغربی علوم کی خامی مغربی معاشرت کے مہلک اثرات اس طرح دلون مین بٹھا دئے کہ آجتک کوئی ایسا نہ کر سکا تھا۔

تیسری طرف انھون نے پالٹیکس اور مذہب کو ملا کر قوم کے سامنے یہ تعلیم پیش کی کہ انسان کو صرف خدا ہی سے ڈرنا چاہئے تنہا وہی ہمارا بادشاہ ہے اس کی اطاعت کے لیئے بندون کی نافرمانی کرنی چاہئے صرف اسی کے قانون پر چلنا چاہئے اور جب وہ انسانون کے بنائے ہوئے قوانین سے ٹکرائے تو انسانی قوانین کو شکست کردینا چاہئے۔

سیاسی راہ عمل یہ نہین ہے کہ اجنبی حکومت کی خوشامد کرین اور برادرانِ وطن سے برسرِ جنگ رہین، بلکہ برخلاف اس کے ہندوستان مین بسنے والی تمام قومون سے انکا کامل اتحاد و اتفاق ہونا چاہیئے اور حکومت کی رضا جوئی کے لئے نہین بلکہ ملک کی آزادی کے لیئے مسلمانون کو کمربستہ اور ہندوستان کے تمام باشندون سے زیادہ اس راہ مین سرفروش ہونا چاہیئے کیونکہ یہ اونکا ایک مذہبی فرض ہے :-

ساتھ ہی انھون نے عام مسلمان پبلک مین جو ابتک اپنے لیڈرون کے ہاتھ مین کٹھ پتلی کی طرح تھی، حبّ وطن، سیاسی سرگرمی اور جوش اسلامی کی ایسی روح پھونکی جو پھر مردہ نہو سکی۔

"الہلال" کی زلزلہ خیز صداؤن کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے بنیاد پرانے خیالات کی تمام عمارتین بیک دفعہ زمین پر آگرین، اور مسلمانون کی ہر چیز اور ہر طبقہ مین حیرت انگیز انقلاب رونما ہوا علما مین سیاسی جدو جہد کا ولولہ پیدا ہوا انگریزی تعلیمیافتہ جماعت پر قرآن کی صحیح تعلیم منکشف ہوئی اور اس کے غلامانہ خیالات مین یکلخت تبدیلی ہوگئی ادھر پبلک پر اتنا زبردست اثر پڑا کہ اس نے اپنے لیڈرون سے مطالبہ کیا کہ "یا تو آزادی کے لیئے سعی کرو ورنہ میدان سے ہٹ جاؤ" چنانچہ لکھنؤ مین ۱۳ء کی مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر دقیانوسی غلامانہ خیالات اور "الہلال" کے پیدا کیئے ہوئے جذبات مین

تصادم ہوا اور نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا یعنی نئے احساسات کو فتح ہوئی پرانے شکست کہا کر منتشر ہو گئے اور کانگریس کی طرح مسلم لیگ نے بھی بالاخر ہندوستان کے لیئے "سلف گورنمنٹ" کا مطالبہ اپنے کریڈ مین داخل کیا۔

سنہ ۱۲-۱۳-۱۹ اور ۱۴ کے سال ہندوستان کی سیاسی تاریخ مین ہمیشہ یادگار رہین گے یہی وہ زمانہ ہے جس مین مولانا نے اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلمانون کو زندہ کر دیا اور تمام وہ لیڈر ایک ایک کر کے میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے جو ان نئے خیالات کا ساتھ نہ دے سکتے تھے چنانچہ سر آغا خان وغیرہ جو اس زمانہ مین اسلامی پالیٹکس کے خود مختار مالک تھے اسطرح گئے کہ آجتک باوجود سعی و تدبیر کے واپس نہ آسکے۔

(۱۰) مسلم یونیورسٹی

یہی وہ زمانہ ہے جس مین مسلم یونیورسٹی کا غلغلہ بلند ہوا مسلمانون نے اس کے لیئے ۲۵ لاکھ روپیہ جمع کیا اور اس سے اپنی امیدین وابستہ کین مگر آغا خان وغیرہ نے اسے ایک سرکاری یونیورسٹی بنا دینا چاہا مسٹر محمد علی وغیرہ سب کے سب آغا خان کے موید تھے صرف ایک مولانا مخالف تھے چنانچہ انہون نے اس معاملہ پر "الہلال" مین ایسے زبردست مضامین لکھے کہ نواب وقار الملک اور پھر تمام لوگون کو مجبوراً ان کی بات ماننا ہی پڑی۔

درحقیقت یہی وہ زمانہ ہے جسمین ان تمام سرگرمیون کی بنیاد پڑی جو اب

دو برس مین مسلمانون سے ظاہر ہوئی ہین یا جو آئندہ ظاہر ہون گی، اور اسکا سہرا صرف "الہلال" کے سر ہے کہ جس نے اتنی قلیل مدت مین اس قدر زبردست انقلاب پیدا کر دیا جسکا اعتراف تمام لوگ کر رہے ہین۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور ترین عالم حضرت مولانا محمود حسن "شیخ الہند" رحمۃ اللہ علیہ علانیہ فرمایا کرتے تھے کہ :-

"ہم سب اصلی کام بھولے ہوئے تھے "الہلال" نے اسے یاد دلایا"

خود "خادم کعبہ" شوکت علی کہا کرتے ہین کہ "مولانا ابوالکلام نے ہمکو ایمان کا راستہ بتلا دیا"

ظاہر ہے کہ ایسی حالتمین حکومتہ زیادہ عرصہ تک "الہلال" کو برداشت نہین کر سکتی تھی، یو۔پی کے لفٹننٹ گورنر سر جیمس مسٹن کی اس کی طرف خاص نظر عنایت تھی، کیونکہ مسجد کانپور کے مشہور معاملہ مین اس نے بہت بڑا حصہ لیا تھا اور انتہائی آزادی کے ساتھ سے سر جیمس مسٹن کے طرز عمل پر لگاتار بحث کی تھی چنانچہ اونھون نے پہلے تو پائنیر مین "پر وجرنلزم ان کلکتہ" کے عنوان سے لیڈنگ آرٹیکل شائع کرا کے گورنمنٹ بنگال کو برانگیختہ کیا پھر دارالعوام مین اس کے متعلق سوالات کرائے اور اس طرح گورنمنٹ بنگال کو آمادہ کیا کہ وہ سختی کرے چنانچہ "الہلال" کی ۲ ہزار روپیہ کی ضمانت ضبط ہوگئی اور وہ بند ہوگیا لیکن اس کے بعد ہی مولانا نے دوسرا جرنل البلاغ کے نام سے جاری کر دیا

اور اس سے وہی کام لئے گئے جو "الہلال" کرتا تھا دوران جنگ کا زمانہ جسقدر نازک اور پرخطر تھا اسے سب جانتے ہین گورنمنٹ ادنےٰ شبہ پر لوگون کو نظر بند کردیتی تھی اور طرح طرح کے مشکلات کا سامنا ہوتا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بولتی ہوئی زبانین بند ہوگئی تھین اور بڑے بڑے آزاد خیال اخبارات تک جنگ کی خبرون اور اس کے معاملات پر بحث کرنے سے گریز کرتے تھے مگر مولانا کو اس مین کبھی تامل نہ ہوا اور وہ پوری آزادی سے ہر ہر بات پر اظہار خیال کرتے رہے حتیٰ کہ جب ترکی سے جنگ چھڑی اور مسلمانون پر خصوصیت سے حکومت نے سختی شروع کی تو اسوقت بھی مولانا نے کسی خطرہ کی پروا نہ کی اور مسئلہ خلافت پر اتنی آزادی سے مضامین لکھے کہ پہلے کبھی نہ لکھے گئے تھے اور ان سب مین وہ کہا جو اب کہا جارہا ہے

(۱۱) نظر بندی

جب حکومت نے دیکھا کہ جنگ یورپ نے خطرناک صورت اختیار کر لی ہے اور ترکی کی شرکت کی وجہ سے مسلمانون کے خیالات پر اثر پڑ رہا ہے اور مولانا مرعوب ہونے کی جگہ اور زیادہ مستعدی و سرگرمی سے تحریر و تقریر کا کام کر رہے ہین تو گورنمنٹ بنگال نے اپریل ۱۹۱۶ء مین قانون تحفظ ہند" کے ماتحت انہین بنگال سے چلے جانیکا حکم دیدیا چنانچہ وہ رانچی چلے گئے' مگر گورنمنٹ آف انڈیا اس پر بھی مطمئن نہ ہوئی اور ۶ ماہ بعد انہین وہین نظر بند کردیا گورنمنٹ بمبئی

تھی کہ اب مولانا بالکل خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گے اور انکی صدائیں مسلمانون
تک نہ پہونچ سکین گی، اور اسکا یہ خیال کچھ بے محل بھی نہ تھا کیونکہ اس نے نظر بندون
اور جیل کے قیدیون مین عملاً کوئی زیادہ فرق نہ رکھا تھا علاوہ ازین رانچی کا
علاقہ ایک نہایت غیر متمدن علاقہ تھا خصوصاً وہان کے مسلمان سخت جاہل
اور ناتراشیدہ تھے اور ان مین رہ کر ایک نظر بند کا کچھ کام کرنا ناممکن تھا
مولانا خود اپنی نظر بندی کے زمانہ کی ایک کتاب مین لکھتے ہین :-

"۳۰ مارچ ۱۹۱۶ء کو گورنمنٹ بنگال نے ڈیفنس ایکٹ کی دفعہ ۳ کی بنا پر
حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر حدود بنگال سے باہر چلا جاؤن ان الحکم الا للّٰہ

رونا کہان ہوا مجھے دل کھول کر نصیب؟
دو آنسوؤن مین نوح کا طوفان آگیا!

۳۰ مارچ کو کلکتہ سے کہ سالہا سال کے مستقبل قیام کی بنا پر بیجا نہین اگر
وطن کہون نکلا اور رانچی پہونچا۔

اگرچہ اکثر احباب و اقارب آمادۂ ہجر تھے لیکن دل ہمت خواہ نے گوارا نہ کیا کہ
اس منزل انقطاع کی عزت کو شرکت رفقا کے داغ ناتمامی سے بٹہ لگاؤن معلوم
نہین دنیا کو چھوڑنا مشکل ہے یا آسان؟ لیکن الحمد اللہ کہ ہمکو دامن جھاڑ کر اٹھ
کھڑے ہونے مین کوئی مشکل پیش نہ آئی ہر چند دل کو ٹٹولا مگر کوئی علاقہ بھی

دامنگیر تھا اور نہ جمعیتِ خاطر و فراغِ قلب نے ایک لمحہ کے لیے ساتھ چھوڑا، کم سے کم انقطاع و تجرد کی ایک چھوٹی سی مشق ہوگئی شاید آگے چلکر کچھ کام دیجائے،

اسوقت کہ یہ غم نامۂ حسرت لکھ رہا ہون، رانچی مین شہر کے باہر موراآبادی نامی ایک گاؤن کے قریب تنہا مقیم ہون

وَبَلْدَۃٍ لَیْسَ بِہَا اَنِیْسٌ ۔ اِلَّا الْیَعَافِیْرُ وَاِلَّا الْعِیْسُ

یہ تمام علاقہ ہندوستان کی وحشی اقوام کا مسکن ہے جو کول آڑ اون، منڈا وغیرہ نامون سے مشہور ہین، شاید اسی مناسبت سے اپنی وحشت نے بھی یہین مسکن منتخب کیا،

اس خانماں خراب نے ڈھونڈھا ہے گھر کہان؟

اس گاؤن مین بھی تمام تر وہی لوگ آباد ہین صرف چار پانچ بنگلے چند بنگالیون نے بنائے ہین کبھی کبھی گرمیون مین آکر رہتے ہین ان ہی مین سر ربندرا ناتھ ٹیگور مشہور بنگالی شاعر کا خاندان بھی ہے اور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر آباد ہے کارساز قدرت کی بھی عجیب کرشمہ سازیان ہین ایک مدت تک جس فراغ خاطر اور آزادیِ فکر و عمل کو طبیعت ڈھونڈھتی تھی، مگر اشغال و علائق کی کثرت سے نہین ملتی تھی حتیٰ کہ اس کی وجہ سے صحت جسمانی نے بھی جواب دیدیا تھا اب ملی بھی تو کس تعیس مین، دنیا نے جلاوطنی اور نظر بندی کی جبر ستی اور دل نے خلوت گزینی اور گوشہ گیری کی دولت وسعادت پائی، بَاطِنُہٗ فِیْہِ الرَّحْمَۃُ

وَظَاهِرُہٗ مِن قِبَلِہِ العَذَابُ۔

بیگانۂ جہان ہمین عزلت نے کردیا ؛ کچھ کچھ کسی کسی سے ملاقات رہ گئی۔

"جس مقام پر مقیم ہون شہر یہان سے کچہ فاصلہ پر ہے، رمضان المبارک مین جمعہ کے دن جامع مسجد گیا' چند صفون سے زیادہ مجمع نہین تھا لوگون نے خطبہ و امامت کے لئے سخت اصرار کیا' مجبوراً خطبہ دینا پڑا ان بیچارون نے ابتک خطبہ کے یہی معنی سمجھے تھے کہ عربی کی کوئی چھپی ہوئی کتاب پڑھ دیجائے' یہان مسلمانون کی تعداد اگرچہ اچھی خاصی ہے مگر ایک گمنام گوشے مین پڑجانے کی وجہ سے حد درجہ تباہی و بدحالی مین مبتلا ہین نماز جمعہ کے بعد ایک قوی داعیہ دل مین محسوس ہو رہا ہے کہ اگر حالات طول قیام کا باعث ہوئے تو یہان بھی اپنا کام شروع کردینا چاہیئے دنیا نے فراغ کے زمانے کے کامون کا کچھ نمونہ دیکھ لیا ہے بہتر ہے کہ جلا وطنی و نظر بندی کے بند و قید مین کام کرنے کا بھی ایک نمونہ دکھلا دیا جائے کہ اصل آزمائش گاہ عمل یہی ہے

کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس مین بھی امتیاز ؛ آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر!....."

چنانچہ جیسا مولانا نے لکھا ہے ویسا ہی کام کیا اور ایسا کام جو وہان کے عام حالات اور نظر بندی کی سخت پابندیون کو دیکھتے ہوئے حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے اونھون نے سب سے پہلے یہ کیا کہ باوجود مخالفت کے ہر جمعہ مین مسلمانون کو مسجد مین

خطبہ کے ذریعہ بیدار کرنا شروع کیا یہانتک کہ چندہی ہفتہ بعد ہزارون کی تعداد
مین مسلمان نماز کو آئے اور ایمان کا جوش اور عمل کی ہمت لیکر واپس جانے
لگے' پھر انہون نے ارادہ کیا کہ اس بالکل غیر تعلیم یافتہ علاقہ مین علم کی روشنی۔
پھیلائین چنانچہ ایک ہائی اسکول قائم کرنے کا قصد کیا' لوگون نے انہین اس سے
بہت روکا کہ کامیابی نہو گی اور خود کمشنر رانچی کو جب یہ خبر پہونچی تو اس نے
ہنسی اڑائی اور مسٹر ایس۔ پی سنہا ممبر کونسل سے کہا" ہائی اسکول قائم کرینگے
یا کھپریل کا ایک جھونپڑا ڈالین گے" اور ان لوگون کا یہ کہنا بجا تھا کیونکہ رانچی
کی بے حسی اور غربت کسی ایسے ارادہ کو پورا نہ ہونے دے سکتی تھی لیکن بہت جلد
یہ دیکھ کر سب مبہوت ہو گئے کہ بد حال رانچی مین ایک عظیم الشان عمارت کھڑی
ہوگئی ہے اور اسکول اور بورڈنگ دونون قائم ہین' خود کمشنر عمارت دیکھ کر سخت
متحیر ہوا اور اس کی سفارش پر گورنمنٹ بہار نے مزید زمین' پندرہ ہزار نقد اور
تین سو روپیہ ماہوار کا عطیہ اسکول کو دینا چاہا مگر مولانا نے سرکاری امداد
لینے سے یک لخت انکار کر دیا!۔

یہ حیرت انگیز کام اس طرح انجام کو پہونچا تھا کہ مولانا کی زبردست شخصیت اور
اصلاحی تعلیم نے رانچی کی پبلک کو جگا دیا' اور اس نے ایک ایک پیسہ اور ایک
ایک مٹھی چاول کرکے روپیہ اکٹھا کیا چنانچہ اسکول اور بورڈنگ کے لئے
۲۵ ہزار روپیہ کی زمین وقف کی گئی اور ۱۶ ہزار روپیہ عمارت پر صرف ہوا

جس مین نصف سے زیادہ خود رانچی کے غریبوں کا تھا باقی رقم کلکتہ اور بہار
کے دوستون سے ملی تھی۔

اس کام کی وقعت اور مولانا کی عظمت کا مسئلہ دل پر اور بھی زیادہ بیٹھ جاتا ہے
جب ہم خیال کرتے ہیں کہ رانچی کی نظربندی کے زمانہ مین ان کی مالی حالت
نہایت خراب تھی، تمام نقد روپیہ اور قیمتی اشیاء فروخت کر کے صرف مین آچکی
تھین حتیٰ کہ گھر مین زیور کا ایک چھلا بھی باقی نہ رہا تھا مگر مولانا کے قلب پر
اسکا ذرا بھی اثر نہ تھا وہ برابر اپنے کام مین لگے ہوئے تھے گورنمنٹ سے تمام
نظربندون کو ماہوار رقمین ملا کرتی تھین مگر مولانا نے اس سے ایک پیسہ بھی
لینا گوارا نہ کیا پھر نظربندون کی اعانت کے لئے کلکتہ اور دلی مین انجمنین قائم
ہوئین اور جس طرح انہون نے تمام نظربندون کو روپیہ بھیجا تھا مولانا کو بھی
کلکتہ سے دو ہزار اور دلی سے ڈھائی ہزار بھیجا مگر مولانا نے اس کو قبول کرنے
سے بھی انکار کر دیا اور جب بہت مجبور کر دئے گئے تو یہ ساڑھے چار ہزار روپیہ
اسکول فنڈ مین منتقل کر دیا جس سے اس کی چھت پائی گئی حالانکہ جس روز
انہون نے ایسا کیا ہی گھر مین ایک ہفتہ سے تقریباً فاقہ کی نوبت تھی اور بجز
چاول اور دال کے کچھ ذخیرے کے کچھ بھی باقی نہ تھا۔

نظربندی کا زمانہ، مولانا کی زندگی کا ایک اہم زمانہ ہے اور رانچی کی تاریخ مین
ہمیشہ یادگار رہیگا، کیونکہ صرف ان ہی کی ذات تھی جس نے اس علاقہ کو

تاریکی، جہالت، اور بے حسی سے نکالا - اور علم، ترقی اور ملکی آزادی کا جذبہ ان کے دلون مین پیدا کیا، رانچی کے لوگ مولانا کو بڑی احسان مندی سے یاد کرتے ہین اور ان کے قائم کئے ہوئے اسکول، انجمن اور دوسرے کامونکو ابتک سنبھالے ہوئے ہین

(۱۲) مسئلہ خلافت اور ترک موالات

یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو مولانا کی طویل نظربندی ختم ہوئی اور رانچی سے کلکتہ پہونچے مگر انہین چین کیسے مل سکتا تھا، اب خلافت کا مسئلہ ملک کے سامنے تھا اور اس مین اسے مولانا کی رہنمائی، بے نظیر جرأت اور نہ تھکنے والی سعی کی ضرورت تھی، چنانچہ وہ ۲۰ جنوری کو دلی گئے جہان مسئلہ خلافت کے بارے مین لارڈ چیمسفورڈ کے پاس ایک وفد مہاتما گاندھی لیجانیوالے تھے، اور تمام لیڈر صلاح ومشورہ کے لئے جمع ہوئے تھے مولانا سے اصرار کیا گیا کہ وہ بھی ویسرائے کے یہان چلین مگر اونہون نے انکار کردیا اور کہا کہ مین "حکومت کے دروازہ پر نہ کبھی گیا ہون اور نہ جاؤنگا" بہت مجبور کیا گیا تو ایڈریس پر دستخط کردیا مگر خود نہین گئے، صرف اسوقت نہین بلکہ اس سے پہلے بھی کبھی کسی دربار یا کسی سرکاری افسر کے یہان نہین گئے" چنانچہ مسجد کانپور کے معاملہ مین جب محمد علی صاحب کی سرکردگی مین ایک وفد لارڈ ہارڈنگ کے پاس جارہا تھا اور خود راجہ محمودآباد اور مسٹر مظہرالحق مولانا کو اس مین شریک کرنے کی غرض سے کلکتہ

آئے تھے اور نہایت مصر ہوئے تھے تو بھی مولانا نے انکار کردیا اور وہ اور مسٹر اے۔ رسول دونون شریک نہین ہوئے

مولانا جب نظربندی سے رہا ہوئے ہین تو اسوقت اگرچہ مسئلہ خلافت ہندستانیون کے سامنے پیش تھا اور اس کی وجہ سے پبلک مین ہیجان پیدا تھی اور اس کے متعلق کئی کانفرنسین لکھنؤ، دہلی امرتسر، بمبئی اور لارکانہ (سندھ) مین ہو چکی تھین مگر یہ واقعہ ہے کہ اسوقت تک یہ بھی متعین نہ کیا جا سکا تھا کہ مسئلہ خلافت کی تفصیل کیا ہے؟ مسلمانون کے مطالبات کیا ہین؟ اور ان کے حصول کے لیئے کیا اور کس طرح جدوجہد کرنا چاہیئے ابتک جو کچھ جدوجہد تھی وہ یہ تھی کہ ادب کے ساتھ حکومت سے فریادین کیجائین، درخواستین بھیجی جائین اس تک اپنی شکایتین پہونچائی جائین مگر ساتھ ساتھ اسے وفاداری کا بھی یقین دلا دیا جائے۔

مولانا نے آتے ہی اس طرز عمل کی مخالفت کی اور ۲۱ جنوری ۱۹۲۰ء کو لیڈرون کا جو جلسہ دہلی مین ہوا اس مین مہاتما گاندھی کی موجودگی مین ظاہر کردیا کہ اس طرح کام ہرگز نہ چلے گا، یا تو کوئی موثر عملی کارروائی کرنی چاہیئے اور یا دست بردار ہوکر خاموشی سے بیٹھ جانا چاہیئے۔

اس کے بعد ۲۹ فروری کو کلکتہ کے ٹاؤن ہال مین بنگال پراونشل خلافت کانفرنس منعقد ہوئی مولانا اس کے صدر ہوئے اور اس مین جہان اور بھی مفید باتین طے ہوئین، غلام ہندوستان کی تاریخ مین پہلی مرتبہ یہ بات تجویز کی شکل مین پاس

ہوئی کہ ۱۷ مارچ کو مسئلہ خلافت کے سلسلہ مین تمام ہندوستان مین ہڑتالیں اور جلسے ہون اور ان مین یہ اعلان کر دیا جائے کہ "اگر مطالبات خلافت پورے نہ کردیئے گئے تو ہندوستان مجبور ہوگا کہ برٹش گورنمنٹ سے تمام تعلقات منقطع کرلے" سنٹرل خلافت کمیٹی نے پہلے اس تجویز کے منظور کرنے مین تامل کیا مگر بالاخر اسے مجبوراً ماننا پڑا اور پہلی مرتبہ ہندوستان کا ایک ایک گوشہ تحریک خلافت سے گونج اٹھا، گاؤن گاؤن مین ہڑتالین اور جلسے ہوئے اور مذکورہ بالا اعلان کیا گیا اور یہ بھی یاد رہے کہ بنگال خلافت کمیٹی ہی نے تمام ہندوستان مین ۱۷ مارچ کا پروگرام آرگنائز کیا تھا۔

اس کانفرنس مین مولانا نے جو صدارتی خطبہ دیا تھا وہ ہمیشہ تاریخ مین یادگار رہے گا اس مین انہون نے نہایت ہی شرح اور بسط اور انتہائی قابلیت کے ساتھ بتایا کہ مسئلہ خلافت کیا ہے؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ اس کے متعلق اسلامی احکام کیا ہین، اس کے سلسلہ مین مسلمانون کے فرائض کیا ہین، اگر یہ فرائض گورنمنٹ سے ٹکراتے ہون تو انہین شریعت کی رو سے کیا کرنا چاہیئے ان کے مطالبات کیا ہین، شرعاً ان کی کیا حیثیت ہے اور ان کے نہ پورے ہونے کی صورت مین انہین کیا کرنا ہوگا۔ ...."

صرف اسی قدر نہین بلکہ اس خطبہ مین انہون نے یہ بھی بتایا کہ اسوقت شرعاً کیا راہ عمل ہے، انہون نے بتایا کہ ایسے حالات مین جیسے کہ اسوقت ہین قرآن

کا حکم ہی کہ مسلمان ترک موالات کرین یعنی وہ کرین جو بعد کو "نوان کواپریشن" کی صورت
مین ملک کے سامنے آیا۔ مولانا نے ترک موالات کا شرعی پروگرام اس وقت
پیش کیا جبکہ موجودہ "نوان کواپریشن" کا کوئی ذکر نتھا لوگون کو اسلامی ترک موالات
کا پروگرام سنکر شروع مین سخت حیرت ہوئی کیونکہ وہ اتبک غافل تھے کہ قرآن
نے کوئی اس قسم کا دستور العمل قرار دیا ہی۔ حتی کہ بعض علما کو بھی تعجب ہوا مگر جب
مولانا نے قرآن کے احکام پڑھ کر سنائے تو سب کو تسکین ہوئی حتی کہ ایک
مشہور عالم نے صاف صاف اقرار کیا کہ "اگرچہ ہم ہمیشہ قران پڑھتے پڑھاتے
رہے ہین اور ان احکام پر بھی نظر پڑتی رہی ہی مگر آجتک ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ یہ
پروگرام موجودہ وقت مین عمل کرنے کے لئے ہے" اور اس پروگرام کا نتیجہ تھا
کہ مسٹر فضل حق اور مسٹر ابوالقاسم نے اس کانفرنس مین ہزارہا آدمیون کی روبرو
کونسل سے اپنی علحدگی اور گورنمنٹ کے ساتھ ترک اتحاد عمل کا اعلان کیا (مگر بعد
مین وہ اس راہ سے پھر گئے)

ترک موالات کا جو اصول مولانا نے اس کانفرنس مین پیش کیا تھا بعینہ
اسی کو وہ سنہ ۱۹۱۳ مین بھی پیش کر چکے تھے چنانچہ اس سال کے "الہلال" مین
وہ مفصل موجود ہے مگر چونکہ اسوقت ملک مین اتنی بیداری نتھی اس لئے کسی کو
اس پر عمل کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

تحریک خلافت و سوراج کے سلسلہ مین ایک مرتبہ ہندو مسلم اتحاد خطرہ مین پڑ گیا تھا

محمد علی صاحب نے مدراس مین اسپیچ دیتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ "اگر افغانستان ہندوستان پر حملہ آور ہوگا تو مسلمان ہند افغانستان کا ساتھ دین گے کیونکہ یہی ان کا مذہبی حکم ہے۔"

اس بیان پر ایک ہنگامہ بپا ہوا اور لوگون نے ہر طرف کہنا اور لکھنا شروع کیا کہ "مسلمان ہندوستان مین اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہین" ادھر خود مسٹر محمد علی خاموش تھے کہ کیا جواب دین کیونکہ درحقیقت یہ اسلامی حکم ہے کہ "غیر مسلمون کے مقابلہ مین مسلمان مسلمانون کا ساتھ دین" مولانا نے دیکھا کہ غلط فہمی بڑھتی جاتی ہے اور حالت نازک ہو جائیگا اندیشہ ہے تو انھون نے مفصل آرٹیکل مین اسلامی احکام واضح کئے اور اس غلط فہمی کو کلیۃً دور کرکے ہندو مسلم اتحاد کو خطرہ سے بچالیا۔

اس آرٹیکل مین مولانا نے بتایا کہ اس بارے مین حالات کے اختلاف کیساتھ اسلامی احکام بھی مختلف قسم کے ہین چنانچہ ہندوستان اگر آزاد ہو تو اس کے احکام اور ہین اور اگر محکوم ہو جیسا کہ اسوقت ہے تو اس کے احکام اور ہین موجودہ حالت مین جبکہ ہندوستان محکوم ہے اور اس پر برٹش گورنمنٹ قابض ہے جو اسوقت اسلام اور حکومت خلافت کی فریق محارب ہے تو اس صورت مین اسلامی احکام چار قسم کے ہین :-

(۱) اگر مسلمان حکومت حملہ آور ہو تو مسلمانون کا فرض ہوگا کہ وہ اسکا ساتھ دین کیونکہ اسکا

حملہ ہندوستان پر نہین بلکہ اس حکومت پر ہوگا جو ہندوستان پر حکمران ہَے

(۲) اگر غیر مسلم حملہ آور ہو تو اگر وہ موجودہ گورنمنٹ سے بہتر ہے تو بھی مسلمان اسکا ساتھ دین گے

(۳) اگر وہ موجودہ گورنمنٹ ہی کے برابر خراب ہَے تو مسلمان کسی کی امداد نہ کرین گے اوران دونون کو چھوڑ دین گے کہ آپسمین لڑکر تباہ ہو جائین۔

(۴) اگر وہ موجودہ گورنمنٹ سے بھی زیادہ بدتر ہو تو بلاشبہہ اس صورت مین مسلمان موجودہ گورنمنٹ کی امداد حملہ آورون کے مقابلہ مین کرین گے۔

لیکن اگر ہندوستان آزاد ہو اور یہان ایک ایسی گورنمنٹ قائم ہو جسمین دیگر قومون کی طرح مسلمانون کو بھی آزادی حاصل ہُو تو اس صورت مین یہ چارون حکم بدل جائین گے اور یہ حکم آجائیگا کہ مسلمان اپنے وطن کو حملہ آورون سے بچائین اگرچہ حملہ آور مسلمان اور خود خلیفہ ہی کی فوج کیون نہو۔

جون ہی یہ آرٹکل نکلا تمام مخالف آوازین دب گئین اور سب اس بیان کے بعد مطمئن ہوگئے چنانچہ پنڈت مدن موہن مالوی اور سوامی شردھانند جو مخالفت مین زیادہ حصہ لے رہے تھے وہ بھی خاموش ہوگئے اور آخرالذکر نے اخبارات کے ذریعہ اپنی معذرت اور مولانا کے شکریہ کا اعلان کیا۔

وسط مارچ مین جب لیڈرون کی ایک اور کانفرنس دہلی مین منعقد ہوئی اور کانگریس نے ایک سب کمیٹی چار آدمیون مولانا، مہاتما، لالہ لاجپت رائے اور حکیم اجمل خان

کی مقرر کی تاکہ وہ کسی عملی پروگرام پر غور کرے تو اس مین مولانا اور مہاتما جی
دونون نے اپنے اپنے پروگرام پیش کئے مہاتما جی نے "نوان کواپریشن" کے نام
سے اور مولانا نے "ترک موالات" کے نام سے جب تفصیل کی گئی تو دونون
باہم متفق ہوگئے کیونکہ دراصل دونون کے پروگرام ایک ہی تھے صرف نام کا فرق
تھا، چنانچہ غور وفکر کے بعد یہ پروگرام کانفرنس مین پیش کیا گیا جو منظور ہوا۔
اب سب سے بڑا کام یہ درپیش تھا کہ ملک کو "نوان کواپریشن" یا "ترک موالات"
کی طرف دعوت دیجائے اور یہی راہ عمل قرار پاجائے، ظاہر ہے کہ یہ کام کس قدر
دشوار تھا خصوصًا مسلمانون مین جو باوجود مسلمان ہونے کے اس مذہبی پروگرام
کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے مولانا نے وسیع دورہ شروع کردیا اور اپنی بے نظیر
قوت گویائی سے کام لے کر اس پروگرام کو مقبول بنا دیا چنانچہ دلی مین لیڈرون کی
کانفرنس کے چند روز بعد جب یو۔پی خلافت کانفرنس میرٹھ مین منعقد ہوئی اور
گاندھی جی نے نوان کوآپریشن کی اسکیم پیش کی تو مسلمانون نے اس کے قبول
کرنے سے انکار کردیا لیکن جونہی مولانا نے تقریر کی اور انہین اپنی مخصوص فصاحت
مین تبلایا کہ نوان کواپریشن درحقیقت ترک موالات ہی ہے جسکا حکم قرآن نے دیا
ہے تو سب نے گردنین خم کردین اور اس دعوت کو لبیک کہا۔ اس کانفرنس مین
مولانا کی تقریر سے جو نہایت اہم نتیجہ نکلا وہ یہ تھا کہ دیوبند یونیورسٹی جو ہندوستان
مین سب سے بڑی اسلامی علوم ودینیات کی یونیورسٹی ہے اور تمام ملک پر اقتدار

رکھتی ہے اس کے علما جو ابتک تحریک خلافت سے الگ تھے انمین شامل ہوگئے
اس کے بعد تمام ملک مین اس پروگرام کو مقبول بنانے اور اسپر عمل کی دعوت دینے
کے لئے وہ مسلسل دورہ کرتے رہے تمام بڑے بڑے شہرون مین گئے اور لکچر دئے
اور ہر طرح اردو سمجھنے والی ہندو مسلمان پبلک کو متاثر کیا مردون کے علاوہ عورتون
کو بھی خصوصیت کیساتھ دعوت دی جسکا ہر جگہ نہایت عمدہ اثر پڑا اگرچہ تحریک خلافت
وسوراج کے سلسلہ مین انہون نے ہزار ہا میل کا سفر کیا مگر یہ واقعہ ہے کہ کبھی کسی
انجمن سے مصارف سفر نہ لئے ہمیشہ اپنے پاس سے صرف کرتے رہے اپنے لئے بھی اور
ان کے لئے بھی جو رفاقت مین ساتھ جاتے تھے۔

موجودہ تحریک کے سلسلہ مین اور بیشمار کام مولانا نے کئے جن کی تفصیل کا یہ رسالہ
متحمل نہین ہے وہ ایک طرف بنگال مین اس تحریک کو چلاتے تھے اور دوسری طرف مرکزی
خلافت کمیٹی کی ذمہ داریون کو انجام دیتے تھے پھر کانگریس کے لئے کام کرتے تھے کیونکہ
وہ ورکنگ کمیٹی کے ایک ممبر تھے ساتھ ہی ساتھ سارے ہندوستان کا دورہ کرتے تھے
یہ واقعہ ہے کہ بنگال خلافت کمیٹی نے جس کے مولانا صدر تھے تمام صوبون سے زیادہ روپیہ
جمع کر کے سنٹرل کمیٹی کو بھیجا نیز "خلافت" نوٹ کے نام سے ایک ایک، پانچ پانچ اور دس
دس روپیہ کی جو نہایت خوشنما، دلکش اور بالکل ہی عجیب وغریب رسیدین لاکھون کی تعداد مین
فروخت ہوئین وہ مولانا ہی کی ایجاد تھین اور ان ہی کے پریس مین پہلے بنگال کے لئے

(۱۳) گرفتاری اور جیل

اس کے بعد جب گورنمنٹ آف انڈیا اور گورنمنٹ بنگال نے گذشتہ دسمبر مین عام گرفتاریون کا سلسلہ شروع کیا ہزارہا آدمی جیل جانے لگے تو مولانا پر خصوصیت سے نظر پڑی اور انہین اور مسٹر سی آر داس اور کلکتہ کے تمام بڑے کام کرنیوالون کے ساتھ ایک ہی دن یعنی ۱۰ دسمبر کو گرفتار کرکے جیل بھیجدیا' دو ماہ تک آپ کو "انڈر ٹرائل" رکھکے ور فروری کو دفعہ ۱۲۴ (الف) کے ماتحت ایک سال کی سزا دیدی۔

مولانا کا ارادہ تھا کہ کوئی بیان عدالت مین پیش کرین' مگر آخر مین ان وجوہ سے جنکا ذکر ان کے بیان مین موجود ہے انہون نے ایک تحریری بیان پیش کیا جو علاوہ اپنی لٹریری خوبیون کے اپنے باب مین بے نظیر ہے حتی کہ خود مہاتما گاندھی نے اسکا خلاصہ "ینگ انڈیا" مین شائع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"آجتک جتنے بیانات انگریزی عدالتون مین پیش کئے گئے ہین مولانا کا بیان ان سب سے بہتر ہے اور اس لائق ہے کہ انہین بجائے ایک سال کے عمر بھر کی سزا دیجاتی"۔

یہ "تحریری بیان" وہی ہے جسکو حکومت نے ضبط کرلیا ہے ؛۔

(۱۴) موجودہ تحریک کے متعلق مولانا کے خیالات

جیل مین ایک صاحب نے مولانا سے چند سوالات کئے تھے جنکے جواب مین مولانا نے موجودہ تحریک اور ملک کی موجودہ اور آئندہ حالت پر اپنی رائے ظاہر

کی ہے چونکہ وہ باتین نہایت ضروری ہین اس لیئے سوال اور جواب کے سلسلہ مین یہان درج ہین، جواب خود مولانا ہی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہین۔

سوال ۱۔ سوراج کے معنی برٹش امپائر کے ماتحت ہین یا مکمل؟

جواب ۱۔ مین خیال کرتا ہون کہ یہ سوال قبل از وقت ہے، ابھی ہم نے سوراج کی ابتدائی منزلین بھی سَر نہین کی ہین، آخری منزل کے بارے مین بحث و گفتگو کرنا بالکل لاحاصل ہوگا۔ "سوراج" کے معنے "اچھے راج" کے ہین اور میرے اعتقاد مین اچھا راج صرف وہی ہو سکتا ہے جسمین دو شرطین پائی جائین، قومی ہو، اور جمہوری ہو، جہانتک مجھے معلوم ہے ہندوستان کی قدیم تاریخ مین جمہوری نظام حکومت کا کوئی سراغ نہین ملتا، لیکن اسلام کی روایات تمام تر جمہوریتہ پر مبنی ہین اس لیئے بہ حیثیت مسلمان ہونے کے یہ قدرتی بات ہے کہ مین صرف جمہوری نظام حکومت ہی سے مطمئن ہو سکتا ہون۔

سوال ۲۔ کیا مہاتماجی کے "نوان وائی اولنس نوان کو اپریشن" سے ہندوستان کو سوراج مل سکتا ہے۔؟

جواب ۲۔ اس بارے مین میرا جو خیال آج سے کئی سال پہلے تھا اسمین کوئی تبدیلی نہین ہوئی ہے، مین خیال کرتا ہون کہ ہندوستان اس طریقہ پر چلکر ضرور آزاد ہو سکتا ہے، میرا یقین ہے کہ اگر بردولی کے فیصلہ کی تاریخی غلطی نہ ہوئی ہوتی، تو ہمارا یہ پہلا تجربہ بھی بہترین فوری نتایج حاصل کر سکتا تھا۔ اس تجربہ نے مجھے اور زیادہ "نوان

والی اولنس" نوان کوآپریشن" طریقہ کی عملی صداقت کا یقین دلا دیا ہے' موجودہ حرکت عملاً ختم ہو چکی اور اب ملک کا کسی قدر سستانا ناگزیر ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد پھر ایک قومی حرکت انہی اصول پر شروع ہوئی اور ان مرکزی اور انتظامی غلطیون سے اجتناب کیا گیا جو اس مرتبہ ہو چکی ہے تو مجھے کامیابی مین کوئی شبہ نہین

سوال ۳۔ "نوان کوآپریشن" مین "نوان وائی اولنس" کی شرط آپکے نزدیک کیسی ہے

جواب ۳۔ بلا شبھہ "نوان وائی اولنس" ان حالات مین ایک صحیح طریقہ ہے جو ہندوستان اور ہندوستان جیسے ملکون کے ہین' باقی رہا نوان وائی اولنس کا اصول بہ حیثیت ایک اخلاقی اعتقاد کے' تو مین اسے تسلیم کرتا ہون لیکن اسی صورت مین جو قرآن نے پیش کی ہے' اور اس کی تشریح کا یہ موقعہ نہین' بعض حالتون مین "وائی اولنس" "لاز آف نیچر" کی تعمیل ہے

سوال ۴۔ موجودہ ہندو مسلم اتحاد کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب ۴۔ ہندو مسلم اتحاد یقیناً آج اس سے کہین زیادہ موجود ہے جتنے کی ۱۲-۱۹۱۱ء مین۔ مین امید کرتا تھا' لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ ابتک اس درجہ تک نہین پہونچا کہ ہم اس پر پوری طرح اعتماد کرسکین' مین ڈرتا ہون کہ بیشمار ہندوؤن اور مسلمانون کے خیال مین ابتک یہ ایک پالیسی سے زیادہ نہین' محض وقت کے مشترک حالات نے دونون کو اکٹھا کر دیا ہے' ہزارون مسلمان ہین جنھین اب تک ہندوؤن کی مجارٹی سے دہشت ہے وہ سمجھتے ہین کہ سلف گورنمنٹ کے معنے

ہندو گورنمنٹ کے ہون گے، اسی طرح ہندوؤن کے دلون مین بھی شمال کا خطرہ ابتک باقی ہے وہ سمجھتے ہین کہ ابدال والی سڑک بند نہین ہوئی ہے۔ جنسی تعصب کا ابتک سدباب نہین ہوا ہے چھوت کی ناقابل عبور خلیج اب بھی ہمارے ملنے مین حائل ہے، اس لیئے "سوراج" کی اس سب سے پہلی بنیاد کا کام کسی طرح بھی ختم نہین ہوا ہے، آئندہ سالہا سال تک ہمارے پروگرام مین سب سے پہلی چیز یہی رہنی چاہیئے۔

البتہ میرا یقین ہے کہ کوئی حقیقی رکاوٹ اس کام مین حائل نہین دنیا کی تمام قومون سے کہین زیادہ ہندو مسلمانون مین دائمی اور حقیقی اتحاد ہو سکتا ہے بشرطیکہ باہم غلط فہمیون کا خاتمہ کردیا جائے۔

سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک دوسرے کو صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش کیجائے، مجھے نہایت رنج ہوتا ہے جب مین دیکھتا ہون کہ ایک ہندوستانی، انگلستان اور امریکہ کی تاریخ اور لٹریچر حفظ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس مذہب اور جماعت کو جاننے کی بالکل پروا نہین کرتا، جو صدیون سے اس کے ہمسایہ مین موجود ہے، مجھے کسقدر حیرت ہوئی جب مین نے ڈاکٹر ربندرا ناتھ ٹیگور کا ایک آرٹیکل "فلاسفی آف انڈین ہسٹری" دیکھا جو ماڈرن ریویو مین نکلا تھا اس مین وہ اس بات کی مثال دیتے ہوئے کہ مذہب کے بڑے آدمی بجائے خود معبود بن گئے ہین، کرشن، مسیح، اور چیتن کے ساتھ محمد کا بھی ذکر کرتے ہین

یعنی کرشن، اور مسیح کی طرح محمدؐ بھی مسلمانون مین معبود کی طرح پرستش کئے جاتے ہین مین نے کہا کہ ہندوستان کا ایک عظیم الشان شاعر امریکہ کی سیاحت سے واپس آرہا ہے لیکن اسے ان لوگون کا ایک مشہور عقیدہ بھی معلوم نہین جو خود اس کے گھر مین بستے ہین۔ مسلمانون کے اعتقاد مین جو انسان محمدؐ یا کسی اور انسان کو معبود سمجھے وہ مسلمان ہی باقی نہین رہتا۔ ایک دہقانی مسلمان بھی جانتا ہے کہ اس کا پیغمبر انسان تھا اور خدا کا ویسا ہی بندہ ہے جیسا وہ خود ہے اسلام کا تو اصلی مشن ہی انسانی پرستش کو مٹا دینا تھا۔ اسی طرح جب مین بنکم چندر چٹرجی کے تاریخی ناول دیکھتا ہون تو باوجود اس تعریف کے جو ان کے لٹریچر کی میرے دل مین ہے ہندوستان کی اسلامی تاریخ سے ان کی بیخبری پر متعجب ہو ہو کے رہجاتا ہون، مجھے یقین ہے کہ مسلمانون کے مذہب اور تاریخ سے ایک ہندو اتنا ہی ناواقف ہے جتنا ایک امریکن، مین اس کے لئے ہندو بھائیون کو ملامت نہین کرونگا۔ بلاشبہ یہ مسلمانون کا فرض تھا کہ وہ اپنے آپ کو اچھی طرح واضح کر دیتے لیکن اونہون نے پوری طرح اس فرض کو انجام نہین دیا۔

بہرحال مجھے ہندو مسلم اتحاد کی عملی حقیقت کا پورا پورا یقین ہے مسلمانون کے مذہبی نقطۂ خیال سے تو اس مین کوئی روک بھی نہین کیونکہ اسلام فی نفسہٖ ایک عالمگیر اور سب مین پھیلی اور بٹی ہوئی صداقت کا واعظ ہے اس کی بنیاد ہے انسانی برادری اور مساوات پر۔ یہی وجہ ہے کہ مین مسلمانون سے ہمیشہ التجا

کرتا ہون کہ وہ اس راہ مین خود پیشقدمی کرین، دوسرے فریق کی پیش قدمی کا انتظار نہ کرین مین گذشتہ دسمبر مین اس بات کا انتظام کر رہا تھا کہ ایک مرکزی انجمن صرف ہندو مسلم اتحاد کو ترقی دینے اور اس مقصد پر مفید لٹریچر تیار کرنے کیلئے قائم ہو جائے میری گرفتاری سے کام رک گیا لیکن انتظامات جاری ہین:۔

ایک اور نہایت اہم یہ بات ہے جس کی طرف مجھے اشارہ کردینا چاہیئے اگر ہم ہندوستان مین ایک متحدہ قومیت پیدا کرنا چاہتے ہین تو مذہبی جماعتون کے اتحاد کے ساتھ مختلف صوبون اور حصون کی یگانگت کا مسئلہ بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

مین سمجھتا ہون کہ روز بروز ایک نئی تفریق "پراونشیلزم" کی بڑھتی جاتی ہے "مائی انڈیا" کی جگہ "مائی بنگال" کی صدائین مین ہمیشہ سنتا رہتا ہون۔ شاید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اور صوبون کے مقابلے مین پراونشیلزم کا جذبہ بنگال مین زیادہ ہے آپ یقین کیجیئے کہ یہ چیز آگے چلکر انڈین نیشنلزم کے لئے سخت مضر ثابت ہوگی۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انڈین نیشن کی کوئی قومی زبان ابتک نہین ہے۔

سوال :۔ خلافت کے مطالبات کیا ہین؟ اور گورنمنٹ کی کس کارروائی سے اطمینان ہو سکتا ہے؟

جواب :۔ مطالبات خلافت کی تشریح مین میری کتاب اردو اور انگریزی مین شائع ہو چکی ہے مختصراً مطالبات یہ ہین کہ عراق، فلسطین اور شام کو انگریزی یا فرنچ مینڈیٹری مین رکھنے کی کوشش ترک کردیجائے انہین بالکل چھوڑ دیا جائے تاکہ

وہ آزاد و خود مختار حکومت خلیفۃ المسلمین کے زیر سیادت قائم کرلین تھریس اور سمرنا ترکون کو واپس دیدیا جائے قسطنطنیہ دردانیال اور خلیفۃ المسلمین کی حکومت پر کسی طرح کی پابندی عائد نہ کیجائے اسلام کے مقدس مقامات کا اہتمام خلیفہ کے زیر اقتدار رہنا چاہیئے۔

سوال :۔ مخالفین ہند کے اس اعتراض کا کیا جواب ہی کہ اگر سوراج ہو جائے تو مسلمان ترکی یا افغانون کو نہ بلالین گے؟

جواب :۔ اسکا مفصل جواب مین ایک رسالہ مین دیکھا ہون جو گذشتہ سال چھپ چکا ہی لیکن اس موقعہ پر مین صرف اسی قدر کہونگا کہ ہندوستان مین ۲۳ کڑور ہندو ہین اور ۷ کڑور مسلمان ۲۳ کڑور ہندوؤن کو اس کے لئے تیار رہنا چاہیئے کہ اگر ایک لاکھ ترک یا افغانی پٹھان حملہ کردین تو وہ اپنی حفاظت آپ کر سکین اگر اتنی طاقت ہم مین نہین ہی تو پھر واقعی سوراج کا خیال ہمیشہ کے لیئے ترک کر دینا چاہیئے بعض اوقات مجھے بڑی ہی ہنسی آتی ہی جب مین اس معاملہ کو سوچتا ہون، یہ کیسی عجیب بات ہی کہ دونون ایک دوسرے سے ڈر رہے ہین اور دونون کو اپنے اوپر اعتماد نہین مسلمان خیال کرتے ہین کہ ہندوؤن کی تعداد تین گنی زیادہ ہی آزادی ملنے پر وہ مسلمانون کو پامال کردین گے اس لئے بہتر ہے کہ ہندوستان انگریزون ہی کا غلام رہے۔ ہندو سوچتے ہین کہ انگریزون کے جاتے ہی خیبر کی بلندیون سے پٹھان اتر آئین گے اور تمام ہندوؤن کو پامال کردینگے اس لئے

نجات اسی مین ہے کہ انگریز رہین دیکھئے انگلستان کی یہ خوش قسمتی کب تک قائم رہتی ہے

سوال :- کیا چرخہ قومی زندگی مین مستقل جگہ لے سکے گا۔

جواب :- جہانتک تعلق ہمارے موجودہ مقاصد کا ہے نہ ایسا ہونا ضروری ہے اور نہ ہوتا نظر آتا ہے البتہ یہ ایک علحدہ اور مستقل تشویش اور تمدنی مسئلہ ہے اگر ہندوستان "سرمایہ" اور "مزدوری" کی اس عظیم الشان اور لاعلاج کشمکش سے بچنا چاہتا ہے جو بڑے بڑے کارخانون کی بدولت یورپ مین پیدا ہو چکی ہے تو بلاشبہ ابھی سے اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ محنت کو محدود کارخانون مین روک دینے کی جگہ تمام قوم مین مشترک طور پر پھیلا دیا جائے اور اس کے لئے چرخے کا عام رواج ایک عظیم الشان بنیاد ہوگی

مولانا کی تصنیفات

(علاوہ میگزینون اور اخبارات کے آرٹیکل کے)

۱۴ برس سے ۱۸ برس کی عمر تک کی

(۱) **اعلان الحق** :- .... محمڈن لا

(۲) **احسن المسالک** :- صوفی ازم اور طریق ریاضت کے مختلف اسکولون کی تشریح مین :-

(۳) **دیوان غزلیات** :- ..... شاعری

(۴) عمر خیام .... بائیوگریفی اور ریویو

(۵) خاقانی (فارسی شاعر)۔

(۶) ضوء غیر مرئی .... (رانجن اکسریز) سائنس

(۷) العلوم الجدیدۃ والاسلام۔ اسلام اور ماڈرن سائنس۔

(۸) المرأۃ المسلمہ .... اس مین عورتون کے حقوق اور آزادی
کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور آخر مین ثابت
کیا ہے کہ عورتون کے بارے مین یورپ کی موجودہ
آزادی اور مشرق کی قدیم سختی دونون قانون
فطرۃ کے خلاف ہین اور صحیح راہ درمیان کی ہے

(۹) الہیئۃ (اسٹرانومی) اسمین دکھلایا ہے کہ جدید اسٹرانومی کے تمام
اصول مسلمان حکما دریافت کر چکے تھے
اور قدیم یونان، مصر اور ہندوستان کے
عقائد کے برخلاف انہون نے جدید نظام
شمسی کے اصول تسلیم کر لیے تھے۔

(۱۰) المعتزلہ (ناتمام) اسلام کے فرقہ معتزلہ کی تاریخ

(۱۱) کشش ثقل اور کشش عشق اسمین دکھلایا ہے کہ جسطرح عالم مادہ ہے
اسی طرح جذبات کا عالم ہے اور دونون

کے قوانین یکسان ہین۔

(۱۲) **اسلامی توحید اور مذاہب عالم** اسمین دکھلایا ہے کہ اسلامی توحید کی جغرافیائی فتوحات سے اسکی روحانی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور گو ابتدا مین پیروانِ مذاہب نے اس سے تغافل کیا لیکن بہ تدریج یورپ اور ایشیا کے مذاہب اس سے متاثر ہوئے بغیر نرہے چنانچہ مسیحیت مین رفارمیشن اور لوتھر کی تحریک کا ظہور ہوا جسنے قدیم لاطینی ترجمۂ قرآن کا مطالعہ کیا تھا اور ہندوستان مین بابا نانک اور کبیر کی تحریک اسلامی نفوذ ہی کا نتیجہ ہے پھر یہی چیز راجہ رام موہن رائے اور دیانند سرسوتی کی شکل مین ظاہر ہوئی اور برہمو سماج اور آریہ سماج کی بنیاد پڑی آخر مین مسلمانوں سے التجا کی ہے کہ وہ اس کا خیر مقدم کرین :۔

(۱۳) **چہار مقالہ** .... شاعری کے بعض مباحث مین۔

(۱۴) **فرہنگ جدید** .... لغت کی تحقیق مین۔

۱۸ برس کی عمر کے بعد

قانون نشو و ارتقا اور قران۔ اسمین دکھلایا ہی کہ جس قانون نشو و ارتقا (Evolution) کو ڈارون اور ولیس نے انیسوین صدی مین معلوم کیا ہی اسے مڈل ایجز مین مسلمان حکمانے منتہائے تحقیق تک پہونچا دیا تھا' ڈارون' ولیس' اسپنسر اور جرمن فلاسفر نیشے کے قدم مادیات کی آخری سرحد تک پہونچ کر رک گئے ہین لیکن مسلمان حکما کا دائرہ ارتقا اس سی کہین وسیع تر رہے پھر واضح کیا ہی کہ خود قران سے اس کو اصل نظام کائنات تبلایا ہی اور قران کہتا ہی کہ انسانی اعمال کی جزا و سزا اور قومون کی حیات و ممات اسی قانون پر مبنی ہی' مادیات کی طرح افکار و اعمال مین بھی ایک معنوی تنازع للبقا اور انتخاب طبیعی یعنی نیچرل سلکشن جاری ہی اور بقا اسی عمل اور فکر کے لئے ہے ۔۔۔ ہی بس سچائی کامیاب ہو گی

اور باقی رہے گی فساد اور بطلان چھانٹ
دیا جائیگا اور اسی کا نام عذاب ہے آخر مین
نیشے کے شوپر مین آئیڈیا پر بحث کی ہے
اور پھر دکھلایا ہے کہ نیشے وہانتک نہین
پہونچ سکا جہانتک اسلام نے "انسان کامل"
اور "بہترین امتہ" کے آئیڈیا کو پہونچایا ہے۔

خصائص مسلم ------ مسلم زندگی کا کیرکٹر حسب تصریحات قران

القول الثابت ---- اسمین مذہب اور عقل کی باہمی آویزش
پر بحث کی ہے اور دکھلایا ہے کہ سائنس کی
حد محسوسات ہے اور مذہب کی ماورائے
محسوسات، اس لئے دونونکا دائرہ نظر و علم
الگ ہے اور دونون مین اصلاً کوئی نزاع نہین
البتہ نزاع اسوقت ہوتی ہے جب پیروان مذہب
مذہب کے نام سے جہل و توہمات کا علم
اٹھا لیتے ہین ترتیب اس کی یون ہے کہ پہلے
"ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر کی "کانفلکٹ بٹوین ریلیجن
اینڈ سائنس" پر نظر ڈالی ہے اور دکھلایا ہے کہ

ڈریپر نے جن چار مسائل کو ما بہ النزاع قرار
دیا ہے وہ اصل مذہب کے نہین بلکہ صرف
مسیحیت کے، اور وہ بھی اصلی مسیحیت کے
نہین بلکہ رومانی پوپ ازم کے قرآن اور
اسلام کی تعلیم ان سے بالکل صاف ہے۔
یہی وجہ ہے کہ جو مقابلہ مسیحیت نے سائنس سے
کیا، وہ اسلامی تاریخ مین پیش نہین آیا اس
کے بعد پھر مبادیات مذہب یعنی وجود صانع
اور مسائل ذات وصفات اور مسئلہ انفصال
و انجذاب روح پر بحث کی ہے اور آخر مین کہا ہے
کہ قرآن کی کوئی تعلیم عقل کے خلاف نہین
ہے، بلکہ وہ تمام تر عقل اور عقل سے کام لینے کی
ایک دعوت ہے جو کہتی ہے کہ قانون نیچر ہی کا
دوسرا نام سچا مذہب ہے، اس کی تعلیم کے دو حصے
ہین اعمال اور عقائد۔ اعمال انسانی زندگی سے
تعلق رکھتے ہین اسلئے تمامتر مطابق عقل ہین،
عقائد ماوراء مادیات سے تعلق رکھتے ہین اس لئے

اتحافُ الخلفُ ----- وہ ماورار عقل ہین

اسین دکھلایا ہی کہ خدا کی ذاتؑ صفات کا
ادراک ہم بذریعہ عقل نہین کر سکتے لیکن اسکا
اعتراف ہماری فطرۃ مین موجود ہی اور جذبات
کا صحیح اغراق ہمین اس تک پہونچا سکتا ہی پھر
دکھلایا ہی کہ اس بارے مین مذہب جس عجز و
بیچارگی کا اقرار کراتا ہی بعینہ یہی اقرار فلسفہ عقل
کی راہ مین بھی کرنا پڑتا ہی چنانچہ تمام قدیم وجدید
فلاسفہ کو بھی کدوکاوش کے بعد بھی یہی اعلان
کرنا پڑا کہ ہمین جو کچھ معلوم ہوا ہی وہ صرف یہی ہی
کہ کچھ معلوم نہین" سائنس کا استقرا (Induction)

بھی صرف
کر سکتا ہی ا
کر سکتا پیر
اور علوم
ہین فرق
بوجھے شخص

کرالیتا ہے لیکن عقل جبتک حیران و سرگردان نہیں ہو جاتی اقرار نہیں کرتی۔

البرہان

اسکا موضوع یہ ہے کہ جن دلائل فطریہ سے قرآن نے کام لیا ہے ان سبکو یکجا کرکے دکھلایا جائے کہ قرآن کا طریق استدلال کیا ہے چنانچہ اسمین واضح کیا ہے کہ سائنس کے استقرائی علوم کو الگ کر دینے کے بعد (کیونکہ وہ نفیاً یا اثباتاً مذہب سے کوئی تعلق نہین رکھتے) انسانی معلومات آجتک جو کچھ معلوم کرسکی ہے۔ اس کی اونچی سے اونچی سرحد بھی صرف شک، ظن اور تخمین پر جاکر ختم ہوجاتی ہے لیکن مذہب حق و خالص جو کچھ بتلاتا ہے اسی کی سب سے پہلی سرحد ہی یقین سے شروع ہوتی ہے، پس اب نوع انسانی کے سامنے دو مدعی کھڑے ہین ایک کہتا ہے کہ میرے پاس زیادہ سے زیادہ شک ہے دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاس کم سے کم یقین ہے انسان

کو کس کے آگے جھکنا چاہئے؟ شک کی دعوت کے آگے یا الیقین کی دعوت کے آگے؟ یہ ہی قران کا سب سے بڑا استدلال ہے

الدین الخالص .... اسمین واضح کیا ہے کہ اسلام کی نسبت سب سے بڑی غلط فہمی دنیامین یہ پھیل گئی ہے کہ یہ کوئی نیا مذہب ہے جو دوسرے مذہب والون کو ان کے مذہب سے بالکل الگ کرکے اپنا حلقہ بگوش بنانا چاہتا ہے حالانکہ ایسا سمجھنا قران کے ہر صفحہ کو جھٹلانا ہے قران کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی طرح خدا کی سچائی بھی دنیا کے لئے ایک ہی ہے اس سچائی کا علم انسان کو اس کی ابتدائے آفرینش ہی مین دیا گیا تھا لیکن مختلف اسباب سے (جن کا قران نے ذکر کیا ہے) اس نے اس سچائی کو طرح طرح کی غلطیون اور غلط عقیدون اور عملون سے آلودہ کردیا، پس اس ابتدائی سچائی کو قیام

وذکر کے لئے مختلف وقتون مین مختلف سچے
انسان پیدا ہوتے رہے اور لوگون کو اسکی
طرف بلاتے رہے دنیا کا کوئی حصہ اور کوئی
ملک ایسا نہین ہے جہان حسب بیان قران
خدا کے سچے اور پاک انسان نہ پیدا ہوئے
ہون لیکن ہمیشہ ایسا ہوا کہ ان کی تعلیم
چند صدیون تک صاف و خالص رہی لیکن
پھر خود غرض ترم مذہبی پیشواؤن اور انسانی
عقل کی گمراہیون سے محرّف ہو ہو گئی
ہر چیز کی طرح مذہب بھی قانون ارتقا کے
مطابق ترقی کرتا رہا ہے پس بالاخر جب
بنی نوع انسان کی ذہنی ارتقا کی تکمیل
کا وقت آیا تو ضرورت ہوئی کہ سب کو اس
عالمگیر اور حقیقی صداقت کے قیام کی دعوت
دیجائے اسی اصلیت کا نام "اسلام ہے"
قران کی دعوت یہ ہے کہ تمام مذاہب کے
پیرو اپنے بیان کی ملاوٹ اور آلودگیون

کو چھوڑ کے اصلی سچائی کو دوبارہ قائم
کردین، جب وہ ایسا کرینگے تو پالین گے
کہ اصلیت وہی ہی جو قرآن پیش کر رہا ہی،
پس قرآن کوئی نیا مذہب نہین پیش کرتا
بلکہ نوع انسانی کو اس کی مشترک اور
عالمگیر راہِ حق کی طرف بلاتا ہی۔

اَلحُرِّیَّۃُ فِی الاِسلام

اسلام اور انسانی آزادی ۔ اس مین
دکھلایا ہی کہ اسلام نوع انسانی کو اسکی
چھینی ہوئی آزادی واپس دلانے
کے لئے آیا حریت اور مساوات اس کی
قومی نظام کی اصلی بنیاد ہین، اور ان
دونون سچائیون پر اس نے اسقدر زور دیا ہے
کہ ایک مسلمان، مسلمان ہوکر کبھی غلامی پر
قانع نہین ہوسکتا، حتی کہ اسلام اور
آزادی لازم وملزوم ہین، پھر بہ تفصیل
واضح کیا ہی کہ یورپ نے انقلاب فرانس کے
بعد جس آزادی کا سراغ پایا وہ تیرہ سو برس

پہلے عرب مین قائم ہوچکی تھی، اسلام نے
جو قومی نظام قائم کیا وہ ایک خالص
جمہوری (ری پبلک) نظام ہے اور فرانس
اور امریکہ کی ناقص جمہوریتہ سے زیادہ مکمل
اور اصلی، وہ "بادشاہ" کے وجود اور کسی
ارسٹوکریٹ طبقہ کو تسلیم نہین کرتا "خلیفہ"
صرف ایک پریسیڈینٹ ہے اور بلا ملک
کی اجازت کے ایک پیسہ اپنے اوپر خرچ
نہین کرسکتا اس کے بعد تفصیل کے ساتھ
مختلف ابواب مین واضح کیا ہے کہ اسلام کا
نظام حکومت کیا ہے۔

احرار اسلام

یعنی تاریخ اسلام کے ان سرفروشون کی بائیو
گریفی جنھون نے سچائی اور آزادی کی
راہ مین ہر طرح کی دنیاوی تکلیفین برداشت
کین اسی ضمن مین قران و حدیث کے وہ تمام
حصے جمع کئے ہین جنمین حق پرستی اور حق پرستی
کی راہ مین جان تک قربان کر دینے کی

کی تعلیم دی گئی ہے۔

ایک بڑے مسلمان عالم کی لائف :-

سیرۃ ابن تیمیہ الدین القیم

اسکا موضوع نہایت ہی اہم ہے اور علم و مذہب دونون کے مباحث مین ایک نئی راہ کی بنیاد رکھتا ہے اس مین دکھلایا ہے کہ خدا ایک ہے تو ضرور ہے کہ اس کے تمام کامون مین بھی یگانگت اور توحید ہو پس اسکا قانون حیات بھی ہر گوشہ اور خلقت مین ایک ہی ہے البتہ ہم نے نادانی سے اسکے بہت سے نام رکھدئے ہین پھر علم ہیئت ریاضی، ہندسہ، موسیقی، طب، علم الحیات سائیکالوجی وغیرہ علوم کے حقائق پر بحث کر کے دکھلایا ہے کہ سب کے اندر ایک ہی حقیقت کام کر رہی ہے اگرچہ ہر دائرہ مین ایک نئے نام سے پکاری جاتی ہے پھر آخر مین بتلایا ہے کہ وہی ایک حقیقت جب انسانی عمل مین جلوہ گر ہوتی ہے تو مذہب اسکو کس نام سے موسوم کرتا ہے

جامع الشواھد ------- اس مین دکھلایا ہی کہ غیر مسلمون کو مسجد مین داخل کرنا اور مسجد کی مجالس مین شریک کرنا جائز ہی۔

تذکرہ ----------- آٹو بایو گرافی۔

تاریخ دعوۃ اسلام --- اسمین دکھلایا ہی کہ قانون ارتقا کے بموجب خدا کے تصور اور اعتقاد مین بھی ارتقا ہوا ہی اور آخری اور بے داغ تصور وہ ہے جو قران نے پیش کیا ہی اور جو تمامتر محبت ہی

خلافت و جزیرۃ العرب --- مطالبۂ خلافت کی تشریح

ترک موالات --- نوان کو اپریشن کیا ہی

ھندوستان اور افغانی حملہ۔ اگر افغانستان حملہ کردے تو ھندوستانی مسلمانون کا از روئے مذھب کیا فرض ہوگا

ترجمان القران --- ترجمۂ قران

تفسیر البیان فی مقاصد القران یہ سب سی اہم اور جامع کتاب ہے اور مولانا کی تمام فکر و نظر کا آخری نتیجہ ہے۔

غیر مکمل مسودات ترک کردئے ہین اسکے علاوہ بیشمار آرٹیکل ہین جنمین سے اکثر چار چار پانچ پانچ نمبرون مین شائع ہوئے ہین اور اگر کتاب مین جمع کئے جائین تو دس بارہ جلدین ہو جائین گی۔

مولانا کی جیل کی زندگی

جس طرح مولانا کی باہر کی زندگی لوگون کے لئے درس عمل ہے، اسی طرح آپ کی جیل کی زندگی بھی "اصحاب سجن" کے لیے ایک سبق تھی، باوجودیکہ علی پور جیل من سیاسی قیدی نہایت آزادی کے ساتھ دوسرے سیاسی وارڈون مین آتے جاتے تھے، مگر مولانا ہمیشہ اپنے "سیل" (کمرہ) مین اپنے علمی مشغلون مین مصروف رہا کرتے تھے، لوگ ملنے کے لئے جاتے تو اسی اخلاق سے ملتے جسطرح باہر ملتے ہین، مولانا کے خاص ڈاکٹر نے کئی مرتبہ مشورہ دیا کہ آپ شام اور صبح کے وقت چہل قدمی کیا کرین مگر آپ نے اپنی وضع نہ چھوڑی، حتی کہ جب پاؤن کی پرانی تکلیف زیادہ ہوئی تو مجبوراً آپنے صبح و شام جیل کے اندرونی احاطہ مین چہل قدمی شروع کردی اس کے علاوہ آپ برابر اپنے کمرہ مین رہتے۔

مغرب اور عشا کی نماز ایک وارڈ مین جسکا نام "سگریگیشن" تھا باجماعۃ ہوتی تھی اور مولانا اس مین روز تشریف لاتے تھے،

صبح و شام جب جیل کے احاطہ مین مولانا نکلتے تو مشتاقون کی تمنائین پوری ہوجاتین اور چارون طرف خدام پروانہ وار گھیر لیتے پھر اس وقت مین جو کم و بیش ایک گھنٹہ ہوتا مولانا مختلف مسائل پر گفتگو فرماتے اور لوگون کو استفادہ کا موقعہ عنایت فرماتے۔

اپنے خاص خدام کی تکلیف و راحت کا مولانا کو بڑا خیال رہتا اور کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کو تشریف لاتے،

ہر شخص اسی فکر مین رہتا کہ کسی طرح ہر وقت مولانا کی خدمت مین حاضر رہے اور مولانا کی دل کھینچ لینے والی گفتگوؤن اور اہم مسئلون کے اندر آپکی محققانہ رایون سے مستفیض ہو مگر مولانا جن کامون مین مشغول رہا کرتے تھے ان کی اہمیت دیکھ کر اس کی جرات نہ ہوا کرتی تھی۔

جیل مین کھانے کا انتظام خود سیاسی قیدیون کے ہاتھ مین تھا اور مختلف جماعتون کے مختلف مطبخ تھے اور اسانی سے مولانا کے لیئے کہانے کا خاص انتظام ہوسکتا تھا مگر مولانا نے کبھی یہ پسند نفرمایا اور عام مطبخ مین شریک رہے

عید کی نماز کے موقعہ پر جیل کے لئے جو امام صاحب مقرر ہین وہ تشریف لائے چونکہ وہ بدیشی کپڑے پہنے ہوئے تھے اس لیئے تارکین موالات نے کوشش کی کہ مولانا امام بنین مگر مولانا نے انکار کردیا اور فرمایا کہ جو یہان کا قاعدہ کر ہمکو اس کی مخالفتہ کی ضرورت نہین۔

عید الضحیٰ کے موقعہ پر وہ امام صاحب نہ آئے اور جیل کے حکام نے کہدیا کہ نماز کا انتظام لوگ کرلین چنانچہ اس مرتبہ مولانا نے امامت کی،

اللہ اکبر وہ بھی عجیب منظر تھا جب جیل کے احاطہ کے اندر دو تین سو تارکین موالات اور کئی سو عام قیدیون نے ایک بڑی جماعتہ کے ساتھ مولانا کی امامت

مین نماز ادا کی، اور جیل کے اندر مولانا نے اردو مین خطبہ دیتے ہوئے حق کا اعلان کیا :۔

مولانا کا وہ خطبہ اور جماعۃ عظیمہ کا وہ منظر بھی "اصحاب بچن" کو زندگی بھر یاد رہے گا، مولانا نے معمولی قیدیون کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"کسقدر افسوس ہے کہ تم لوگ چوری ڈکیتی اور قتل و غارت کے جرم مین جیل آئے ہو، جس سے خود تمہارے خدا نے تمہین روکا ہے، اگر تم مذہب و ملک کے لئے جیل آتے تو یہ ایک بات ہوتی، یہ سزائین جو تم یہان بھگت رہے ہو یہ تو دنیاوی حکومت تم کو دے رہی ہے اب خدا کے یہان جو سزا تم کو ایسے جرائم کی ملے گی وہ اس کے علاوہ ہے، پس تمہین چاہیئے کہ اپنے انجام کو سوچو اور اللہ کے آگے عاجزی سے اپنے تمام گناہون سے توبہ کرو......"

اس تقریر کا معمولی قیدیون پر بہت اثر پڑا اور کون کہہ سکتا ہے کہ ان مین سے کتنے دل تائب ہو گئے ہون گے :۔

مولانا کبھی کسی سے ملنے کے لیئے جیل کے دروازہ پر نہ گئے اور اس طرز عمل کا حکام جیل پر یہ اثر پڑا کہ ملنے والون کو اندر آکر ملنے کی اجازت دینی پڑی ۔

جیل مین دلبستگی کی یہی صورت تھی کہ سیاسی قیدی آزادی کے ساتھ آپس مین ملتے جلتے تھے، مگر مولانا کے صبر و ضبط کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جیل

مین آپ ہی تنہا تھے جو اپنی زندگی کے دائمی اصول پر قائم رہے جیل کی تنہائیون نے کوئی اثر آپ پر نہین ڈالا اور آپ کو وہان جا کر اپنی کوئی وضع چھوڑنی نہین پڑی

بات تو یہ بظاہر کوئی اہم نہین معلوم ہوتی مگر اس سے "دل" کے مضبوط اور راسخ عزم و استقلال کا اندازہ ہوتا ہے اور کچھ شک نہین کہ یہ خدا کا ایک عظیم الشان فضل ہے۔

مولانا کی رہائی

ملک کی بدقسمتی تھی کہ مولانا کانگریس کے موقعہ پر اس کی رہنمائی کے لیئے موجود نہ تھے' زیادہ افسوس اس لئے ہوتا ہے کہ کانگریس کے دوسرے ہی ہفتہ مولانا رہا ہوئے۔

مولانا کی رہائی کا دن حساب سے ۹ جنوری تھا' مگر حکام جیل نے اس خیال سے کہ شاید اس دن جیل کے دروازہ پر کلکتہ ٹوٹ پڑیگا دفعۃً ۸ جنوری کی رات کو مولانا کو خبر دی کہ آپ کو رہا کیا جاتا ہے' مولانا نے فرمایا کہ سردی کی رات ہے اور صحت اچھی نہین' اسوقت جانے مین تکلیف ہوگی' اس لئے میرے لئے اس مین آسانی ہے کہ صبح کو جاؤن' سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ اس مین حرج تو کوئی نہین ہے مگر مجھے اندیشہ ہے کہ جیل کے پھاٹک پر لوگون کا اژدہام ہو جائیگا' مولانا نے فرمایا کہ مین آپکو اطمینان دلاتا ہون کہ ایسا نہ ہونے دونگا

سپرنٹنڈنٹ راضی ہوگیا' اکثر احباب اور کتابین تورات ہی مین مولانا کی مکان بھیجدی گئین اور صبح کو اندھیرے ہی مین مولانا رہا کردے گئے"

خبر بجلی کی طرح سارے شہر مین دور گئی' اسی ہفتہ مین مولانا کلکتہ کی مشہور زکریا مسجد مین پہلے جمعہ کی نماز مین تشریف لائے اور خطبہ دیا' جسمین موجودہ حالات پر بحث کرتے ہوئے وقت کے اہم فرائض کیطرف لوگون کو توجہ دلائی۔

مولانا نے جیل سے آتے ہی فرمایا کہ کانگریس مین جو دو جماعتین ہوگئی ہین یہ ملک کے لئے نہایت مضر ہے اور جب پوچھا گیا کہ آپ کا اب کیا پروگرام ہوگا' تو فرمایا کہ سب سے پہلے مین کانگریس کی دونون جماعتون مین صلح کرانے کوشش کرون گا۔

چنانچہ مولانا نے فوراً بمبئی اور الہ آباد کا سفر کیا اور دونون جماعتون کو آمادہ کیا کہ دونون کچھ نرم ہوکر ایک پلیٹ فارم پر آجائین۔ آج کہ ۱۰ر فروری ہے یہ خبر آچکی ہے کہ دونون پارٹی صلح پر آمادہ ہے اور دونون مولانا کی پیش کی ہوئی شرطون کو تسلیم کرتی ہیں' اب ورکنگ کمیٹی اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی دونون کا اجلاس عنقریب ہوگا اور پوری امید ہے کہ مولانا کی کوششون سے صلح ہوجائے گی

از مولانا شائق احمد عثمانی ...... (فاضل دیوبند)

اس تفسیر کی خصوصیات یہ ہیں :-

(۱) سب سے پہلے قرآن مجید کی آیتوں کا سلیس ترجمہ اور اس کے بعد اس کے مقصد و مطلب کی تشریح جو ہر اردو سمجھنے والا پوری طرح سمجھ سکے ۔

(۲)

اسلامی اصول و عقائد پر قرآن مجید ہی کی پیش کی ہوئی دلیلوں سے استدلال جو باوجود فلسفیانہ ہونے کے نہایت عام فہم ہے ۔

(۳) ہر سورۃ کے اندر آیتوں کا باہمی ربط و تسلسل نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سورۃ کا ایک خاص موضوع ہے اور اس کی تمام آیتیں اس کے متعلق ہیں ۔

(۴)

قیامت ، جزا و سزا ، توحید ، وجود باری ، رسالت ، وحی والہام پر قرآن مجید کی مفصل بحث ہے ۔ انتیسویں اور تیسویں دو پارے کی تفسیر چھپی ہے ۔ تیسویں پارے کی ختم ہو چکی ہے انتیسویں پارے کی کچھ جلدیں باقی ہیں ۔ صفحات ۸۰ ر ۔ ۱۲ ر

"عصر جدید بُک ایجنسی"

نے بہترین کتابت اور طباعت کا انتظام کیا ہے جس کا ایک نمونہ "امام الاحرار" آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے - چونکہ اس کی طباعت میں جلدی مد نظر تھی، اس لئے یہ بھی حسب خواہش نہیں ہوا ہے

جو حضرات کوئی کتاب چھپوانا چاہتے ہوں وہ نہایت آسانی سے ہماری معرفت لکھوا اور چھپوا سکتے ہیں - نرخ معتدل ہے۔" المشتہر

مینیجر عصر جدید بک ایجنسی ۹/۶ رامانا تھ مجمدار اسٹریٹ کلکتہ

بنگال آرٹ اسٹڈیو پریس نمبر ا سرکار لین میں چھپا!

(اور)

صدیق حسن قتیل انصاری نے ۹/۶ راماناتھ مجمدار اسٹریٹ سے شائع کیا